حقیقۃ الرؤیا

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۱۷ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حقیقۃ الرؤیا

(فرمودہ ۲۸- دسمبر ۱۹۱۷ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ- اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی- مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی- وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی- اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی- عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی- ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی- وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی- ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی- فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی- فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی- مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی- اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی- وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی- عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی- عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی- اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی- مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی- لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی- (النجم: ۱ تا ۱۹)

کل مَیں نے جو تقریر کی تھی اس کے بعض حصے رہ گئے تھے جو میرے نزدیک بعض اہم اور ضروری امور پر مشتمل تھے لیکن چونکہ وہ مستقل اور علیحدہ مضامین تھے اس لئے ان کے نہ بیان کرنے کی وجہ سے تقریر کے پورا ہونے میں کوئی نقص اور حرج نہیں ہوا اور آج بھی مَیں ان کو چھوڑ کر ہی مضمون کو بیان کرتا ہوں جس کے سنانے کا آج ارادہ تھا مگر پیشتر اس کے کہ اس مضمون کو شروع کروں اختصار کے ساتھ بعض کل والی باتیں بیان کرتا ہوں۔ میں نے گزشتہ سالانہ جلسہ پر اپنی جماعت کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ وقت بہت نازک ہے اس لئے اپنے فرائض سمجھنے کی طرف بہت زیادہ توجہ ہونی چاہئے سو خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ جماعت نے اس نصیحت کو سنا ہی نہیں بلکہ بہت حد تک اس پر عمل کرکے بھی دکھادیا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراھیم:۸) اگر تم شکر کرو تو میں اور زیادہ انعام کروں گا۔ اس لئے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور پھر آپ لوگوں کو مکرّر توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارا کام کوئی ایک سال کا کام نہیں کہ ایک سال کوشش کرکے کہیں کہ بس ختم کرلیا بلکہ ہمارا وہ کام ہے جو زندگی بھر ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگ خوب یاد رکھیں کہ خدمتِ دین کا کام

کوئی ایک سال کیلئے نہ تھا بلکہ ہمیشہ کیلئے ہے اور تمہیں کسی سال بھی اس کے کرنے میں سُست اور غافل نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے تمہیں صرف اسی سال کیلئے نہیں سمجھایا تھا جو گذر گیا ہے بلکہ آئندہ کیلئے بھی اور اس وقت تک کیلئے بھی جب تک کہ میں اور آپ زندہ ہیں نصیحت کی تھی۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ کوشش اور محنت کے ساتھ اس ترقی کو جو اس سال کی ہے آئندہ کیلئے بھی جاری رکھیں گے اور علاوہ مالی خدمات کے تبلیغی خدمات میں بھی کمی نہ آنے دیں گے۔ بیشک سلسلہ کو مالی خدمات کی بھی ضرورت ہے اور بہت بڑی ضرورت ہے لیکن تبلیغی خدمات کی اس سے بھی بڑھ کر ضرورت ہے اس لئے آپ لوگ جہاں مالی خدمات کی طرف توجہ کریں وہاں تبلیغی خدمات سے بھی غافل نہ رہیں۔

خدمتِ دین کیلئے زندگی وقف کرنے کی تحریک

خدمتِ دین کو ایک اعلیٰ پیمانہ پر جاری کرنے کیلئے چند دن ہوئے میں نے تجویز کیا تھا کہ ہماری جماعت کے کچھ دوست اپنی زندگیاں اس شرط پر وقف کریں کہ کُلّی طور پر وہ اپنے آپ کو میرے سپرد کردیں تا میں انہیں تبلیغ کے کام میں جس رنگ اور جس طریق سے مناسب سمجھوں لگادوں۔ انہیں جماعت کے فنڈوں سے کوئی تنخواہ یا کسی قسم کی مدد نہیں دی جائے گی بلکہ انہیں خود ہی محنت اور مشقت کرکے اپنے اخراجات کو چلانا اور اپنی ضروریات کو پورا کرنا ہوگا۔ اس تجویز کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جس کام کا کرنا ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کا بوجھ روپے نہیں اٹھاسکتے' پھر ہماری جماعت کی تعداد دنیا کے مقابلہ میں بہت قلیل ہے اور غریبوں کی جماعت ہے' اس کے پاس اتنا روپیہ ہی کہاں ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا کو فتح کرسکے۔ پس جب مالی طور پر یہ کام نہیں ہوسکتا تو اس طرح ہونا چاہئے کہ کچھ لوگ بعض ایسے پیشے اور ہنر سیکھیں جن کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات کا خود انتظام کرسکیں اور جہاں انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا جائے وہاں چلے جائیں۔ اس اعلان میں مَیں نے بیس آدمی مانگے تھے لیکن اِس وقت تک تیس کی درخواستیں آچکی ہیں جن میں سے تین گریجوایٹ ہیں اور چھ سات مولوی ہیں اور چھ سات ایسے ہیں جو اچھی تنخواہیں پاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی درخواستیں دی ہیں اور لکھا ہے کہ خواہ ہمیں سوکھے ٹکڑے کھاکر ہی کیوں نہ گذارہ کرنا پڑے ہم دین کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم اپنا گذارہ خود کریں گے اور جہاں ہمیں بھیجا جائے گا وہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کے لوگوں کا اس قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہی بغیر کسی اور دلیل کے ہمارے سلسلہ کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ میں پورے وثوق کے

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دوسرے مسلمان کہلانے والوں میں اگر یہ اعلان کیا جائے تو ان لیاقتوں اور قابلیتوں والے انسان بڑی بڑی اپیلوں اور پر زور لیکچروں کے ساتھ بھی نہ مل سکیں گے۔ مگر یہاں دیکھو صرف ایک خطبہ میں اعلان کیا جاتا ہے اور مطالبہ سے زیادہ آدمی تیار ہو جاتے ہیں جن میں سے اکثر مختلف کام جانتے ہیں لیکن چونکہ ضروریات بہت زیادہ ہیں اور ہر ایک شخص اس کام کے قابل بھی نہیں ہوتا' پھر یہ بھی ہے کہ بعض جن کاموں پر لگے ہوئے ہیں ان کا وہیں رہنا ضروری ہے اس لئے ابھی ضرورت ہے کہ اور دوست بھی اس قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ پس اس وقت مَیں اعلان کرتا ہوں کہ اور دوست بھی اس کام کی اہمیت کو سوچیں' غور کریں اور استخارہ کریں اور پھر اگر اپنے آپ کو وقف کرنے کیلئے تیار ہوں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ ہمیں آدمی اتنی تعداد میں حاصل ہو سکیں جس سے مفید اور کام کے قابل اشخاص کو چُن لیا جاسکے۔ اس کے بعد میں اس مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو اس وقت بیان کرنے کا ارادہ ہے۔

نہایت اہم مضمون

میرے نزدیک یہ مضمون موجودہ زمانہ کیلئے نہایت ضروری اور مفید ہے اور میرے خیال میں اس مضمون کو سمجھے بغیر بہت کم لوگ ابتلاؤں اور ٹھوکروں سے بچ سکتے ہیں اس لئے میں خاص طور پر آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسے نہایت غور سے سنیں اور سمجھنے کی نیت اور ارادہ سے سنیں۔ کئی لوگ اکثر باتیں محض لطف اور مزے کیلئے سنتے ہیں مگر آپ لوگ سمجھنے اور یاد رکھنے کی خاطر سنیں۔ آپ لوگوں میں سے کئی ایک ایسے ہیں جنہوں نے تحریری طور پر یا زبانی اس بات کی شہادت دی ہے کہ ذکر الٰہی کے متعلق آپ نے جو قواعد اور طریق بتائے تھے ان پر عمل کرکے ہم نے بہت بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر وہ اس مضمون پر بھی عمل کرنے کی کوشش کریں گے (گو اس کا کوئی ظاہری عمل نہیں بلکہ اس کو اپنے قلب میں بٹھانا اور یاد رکھنا ہے) تو اس زمانہ کے ابتلاؤں سے بہت حد تک محفوظ رہیں گے۔ یہ مضمون الہامات' کشوف' رؤیا اور خوابوں کی حقیقت کے متعلق ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لکھے ہوئے پر بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں سبھی کچھ لکھا ہوا تھا مگر جب لوگوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو خدا تعالیٰ کو اپنے ایک نبی کے ذریعہ دوبارہ سنانا پڑا۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے سبھی کچھ لکھا ہے اور جو کچھ تمہیں سنایا جاتا ہے وہ اسی درخت کی خوشہ چینی ہوتی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے لگایا ہے مگر اکثر لوگ چونکہ اپنے طور پر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے یا خود اس سے مستفید ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اس لئے ہمیں سنانا پڑتا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو جس رنگ میں ہلایا ہے اس سے آپ لوگ ضرور یہ سبق حاصل کریں گے کہ دین کی باتوں کو غور سے سننا اور اچھی طرح سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ کیسا حیرت کا مقام ہے کہ اس وقت دو گروہ کھڑے ہیں جن میں سے ایک تو کہتا ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے نبی اور رسول ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ نبی نہیں ہیں۔ اس وقت اس بات کو جانے دو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر لیکن کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک گروہ ضرور ایسا ہے جو حضرت مرزا صاحب کی باتوں کو سنتا تھا مگر اس کا سننا نہ سننے کے برابر تھا' وہ آپ کی تائید میں مضامین لکھتا اور آپ کے لکھے ہوئے مضامین کو پڑھتا تھا مگر خود کچھ فائدہ نہ اٹھاتا تھا۔ ضرور ایک گروہ ایسا تھا جسے اب نقصان پہنچا ہے۔ اس گروہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی باتوں کو غور و فکر سے نہ سنا' ماننے اور قبول کرنے کیلئے نہ سنا جس سے اسے نقصان اٹھانا پڑا اور سیدھی اور صاف باتوں کے سمجھنے سے محروم رہ گیا۔ اس سے تمہیں یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ہر بات کو غور اور توجہ سے سننا چاہئے کیونکہ کسی بات کو خواہ وہ کیسی ہی آسان ہو اس کے بغیر انسان سمجھ نہیں سکتا اور جب سمجھ نہیں سکتا تو فائدہ بھی نہیں اٹھاسکتا۔ اِس وقت جو مضمون مَیں بیان کرنے لگا ہوں اس سے بھی اسی وقت فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے جبکہ اسے غور سے سنا اور سمجھا جائے اس لئے جو دوست چاہیں اس کے نوٹ لکھتے جائیں۔ سمجھنے اور یاد کرنے کی یہ بھی ایک ترکیب ہے ورنہ یوں تو تقریر لکھی جارہی ہے چھپ کر ہر ایک تک پہنچ سکے گی۔

تمام مذاہب کی بنیاد مسئلہ الہام پر ہے

الہام' کشف' رؤیا اور خواب کا مسئلہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے کہ تمام مذاہب کی بنیاد اسی پر قائم ہوئی ہے۔ دیکھو اسلام اگر اپنی صداقت کی کوئی دلیل رکھتا ہے تو محض اس بات کے ثابت ہوجانے کی وجہ سے کہ خدا کلام کرتا ہے اور قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ اسی طرح اگر یہودیت' عیسائیت اور دیگر مذاہب حقیقت رکھتے ہیں تو اسی امر پر کہ خدا کلام کرتا ہے اور ان کی کتابیں اس کا کلام ہیں۔ غرضیکہ جس قدر مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں ان کی بنیاد اسی بات کے ثابت کرنے پر ہے کہ الہام ایک حقیقت ہے۔ لیکن اگر آج کوئی جماعت ایسی نکل آئے جو ثابت کردے کہ الہام کوئی چیز نہیں' کشف کوئی حقیقت نہیں رکھتا' رؤیا ایک غلط خیال ہے' خواب محض وہم ہے تو تمام کے تمام مذاہب اور ساری کی ساری کتابیں جنہیں آسمانی کہا جاتا ہے باطل ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد اسی پر ہے کہ الہام ہے' رؤیا ہے' خواب ہے' کشف ہے۔ اگر اس

بنیاد کو گرا دیا جائے تو پھر کسی مذہب کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ باقی حملے اور اعتراض اس قسم کے ہیں جو ایک ایک یا دو دو یا تین تین مذاہب پر پڑتے ہیں اور دوسرے ان سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن یہ ان مسائل میں سے ہے کہ اس کے گرنے سے سارے مذاہب باطل ہو جاتے ہیں۔ ایک دو اور بھی ایسے ہی مسائل ہیں جن کے باطل ہونے پر یہی نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ ہستی باری کا مسئلہ ہے۔

پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ الہام' رؤیا' کشف' اور خواب کوئی چیز نہیں تو اس کے بعد تمام مذاہب کو بیخ و بن سے اُکھیڑنے کے لئے کسی اور حملہ کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اور یہ نتیجہ سوائے ایک دو اور مسائل کے باقی باتوں سے نہیں نکلتا مثلاً اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ (نعوذ باللہ) رسول کریمؐ سچے نہ تھے۔ تو اس سے یہ معلوم ہو گا کہ اسلام سچا نہیں ہے۔ نہ یہ کہ اور بھی کوئی مذہب سچا نہیں ہے۔ یا اگر توریت کو انسان کا کلام ثابت کر دیا جائے تو اس سے یہودی مذہب باطل ہو جائے گا نہ کہ دوسرے مذاہب بھی۔ یا اگر ویدوں کو انسانی باتوں کا مجموعہ ثابت کر دیا جائے تو اس سے ہندو مذہب جھوٹا ہو جائے گا نہ کہ باقی مذہب بھی۔ لیکن اگر کوئی الہام اور وحی کو ہی غلط ثابت کر دے تو سارے کے سارے مذاہب باطل ہو جائیں گے اور صرف دہریت ہی دہریت رہ جائے گی۔

پس اس مسئلہ کا سمجھنا اور یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہی ہر ایک مذہب کی بنیاد ہے۔ اگر اس سے واقفیت نہ ہو تو پھر کسی بات کی واقفیت کچھ کام نہیں دے سکتی۔ مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الہام کشف اور رؤیا کی تعریف

رؤیا' کشف اور الہام کیا ہوتا ہے؟ پہلے میں دعویٰ بتاتا ہوں۔ جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ الہام' وحی' رؤیا اور کشف ایک حقیقت ہے وہ ان کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ کسی بیرونی ہستی کی طرف سے ان حواس ظاہری کے علاوہ ان حواس کے ذریعہ جو انسان کے باطن میں پائے جاتے ہیں کسی چیز کا دکھائی دینا یا کان میں ڈالا جانا خواہ ظاہری کانوں میں ڈالی جائے یا باطنی میں یا جو زبان پر جاری ہو جائے اس کا نام وحی' الہام' رؤیا اور کشف ہے۔ دکھائی دینے والی چیزیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ یا تو تمثیل کے رنگ میں یا اصل نقشہ اور ہو بہو شکل میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ ہے تعریف۔ آگے یہ بحث الگ ہے کہ یہ تعریف ٹھیک ہے یا نہیں۔ یا ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن وحی اور

الہام کے ماننے والے اپنا عقیدہ اور خیال یہی پیش کرتے ہیں۔

الہام، کشف، رؤیا کے مخالفین

اس عقیدہ کے مخالف چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حواس باطنی کے ذریعہ جو چیز دکھائی یا سنائی دیتی ہے یا زبان پر جاری ہو جاتی ہے وہ کسی اور ہستی کی طرف سے بطور القاء کے ہوتا ہے غلط ہے۔ نہ کوئی الہام ہے نہ وحی بلکہ محض خیالات ہیں جو ایک بیماری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جسم کے بعض حصوں میں نقص پیدا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں یا آوازیں سنائی دینی شروع ہو جاتی ہیں اور غلطی سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ کوئی روحانی تصرف ہے۔

اب اگر ان لوگوں کی بات درست ثابت ہو جائے تو سارے مذاہب باطل ہو جاتے ہیں اور کسی کا بھی کچھ باقی نہیں رہتا اور بجائے اس کے کہ لوگ نبیوں کی اتباع کریں ان کو بیمار اور مریض سمجھنا پڑے گا اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کی عزت کرنے کی بجائے انہیں طبیبوں اور ڈاکٹروں کے پاس علاج کرانے کے لئے جانا ہو گا تو ان لوگوں کی بات صحیح ثابت ہو جانے پر تمام مذاہب باطل ہو جاتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اس بات کے تو قائل ہیں کہ الہام اور رؤیا ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے سچی اور عمدہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ نیز اس ذریعہ سے بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے دلائل اور براہین سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک کسبی عمل ہے اور ہر مذہب و ملّت کا انسان اسے سیکھ لیتا ہے۔ اس گروہ کو انگریزی میں سپرچولسٹ کہتے ہیں اور اسی کی ایک شاخ تھیاسوفیکل سوسائٹی ہے۔ اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ الہام اور وحی کسی بالا ہستی کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے اندر ہی کچھ باطنی قویٰ ایسے ہیں کہ ان کو طاقت دینے اور مشق کرنے سے انسان ترقی کر کے الہام اور وحی حاصل کر سکتا ہے اور خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ایسا کرنے سے اسے الہام ہونے لگ جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خلا میں ہماری ہر ایک حرکت اسی طرح محفوظ اور نقش ہو جاتی ہے جس طرح فونوگراف کے ریکارڈ پر الفاظ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح فونوگراف کی سوئی ان الفاظ کو سنا دیتی ہے اسی طرح انسانی دماغ میں ایسی طاقتیں ہیں جو سوئی کا کام دیتی ہیں اور بظاہر پوشیدہ الفاظ کو سنا دیتی ہیں۔ اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں

ہے۔ ہر مذہب و ملت کے انسان کے دماغ میں یہ بات پائی جاتی ہے اور اگر وہ کوشش کرے تو اس سے کام لے سکتا ہے۔

یہ بات بھی اگر سچی ہو جائے تو تمام مذاہب باطل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انبیاءؑ کو تو اس لئے قبول کیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے خالق اور مالک کی طرف سے آتے اور اس کی باتیں ہمیں سناتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنے پاس سے ہی سناتے ہیں تو ان کی باتیں ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ خود ہی قوت حاصل کرلی جائے جو انہوں نے اپنے آپ میں پیدا کرلی ہوئی ہے۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کے خیال کو بھی درست مان لیا جائے تو بھی مذاہب کی بیخ وبُن اُکھڑ جاتی ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو اس بات کے مدعی ہیں کہ وحی 'الہام' رؤیا اور کشف واقعہ میں درست ہیں اور خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ مگر وہ اس دروازہ کو اتنا وسیع کرتے ہیں کہ جس سے الہام اور وحی پانے والوں سے بھی ایمان اٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک شخص آکر کہے کہ میرے پاس بڑا مال ہے مگر نکلے اس کے پاس صرف ایک دھیلا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس قسم کا دعویٰ کرنے والے سارے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تو ان کی بات ماننے سے سچے مدعیانِ الہام اور وحی کی بھی کچھ قدر و منزلت نہیں رہتی۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جو مدعی ہیں کہ تمام انبیاءؑ کو خدا کی طرف سے وحی اور الہام ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ ایسی قیود لگا دیتے ہیں کہ جن کو درست مان لینے پر تمام نبیوں کے الہام باطل ہو جاتے ہیں۔ اور جہاں تیسرا گروہ اس قدر وسعت اختیار کرتا ہے کہ جس کو ماننے کی وجہ سے سب نبی بے قدر اور بے حقیقت ہو جاتے ہیں وہاں یہ چوتھا گروہ ایسی تنگی اختیار کرتا ہے کہ جسے مان لینے کی وجہ سے کسی نبی کی بھی نبوت اور رسالت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس میں ایک تو غیر احمدی لوگ شامل ہیں اور دوسرے وہ جو غیر مبائعین کہلاتے ہیں۔

مخالفین الہام کے دعاوی

تو یہ چار گروہ ہیں جو چار قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ ان میں سے اول مَیں اس گروہ کو لیتا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ انسان کے دماغ کی بناوٹ ہی اس قسم کی ہے کہ بعض خاص قواعد کی پابندی سے بعض غیب کی باتیں اسے معلوم ہو سکتی ہیں اور ان کے دلائل سناتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت انسان کا دماغ اس طرز پر بنا ہؤا ہے کہ انسان کے سونے کی حالت میں بھی وہ کام میں لگا رہتا ہے۔ دن کو انسان چونکہ اور کاموں میں لگا رہتا ہے اس لئے جو کچھ اس کا دماغ سوچتا ہے اس کا نظارہ یا الفاظ

مترتب نہیں ہو سکتے۔ مگر رات کو جب فارغ ہو کر سوتا ہے تو اس کے دماغ میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ ایک نظارہ کے رنگ میں اسے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی کا نام الہام اور رؤیا ہے اور چونکہ اس وقت وہ غفلت کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے سارے کے سارے اسے یاد نہیں رہتے۔ ورنہ جس وقت سے کہ اس کی آنکھ لگتی ہے اسی وقت سے ایسے نظارے اسے دکھائی دینے لگ جاتے ہیں اور جب تک وہ نہیں جاگتا برابر دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ اور اگر وہ یک لخت جاگ اٹھے یا ہلکی نیند ہو تو اسے یاد بھی رہ جاتے ہیں۔ اسی کا نام وحی اور الہام اور رؤیا رکھ لیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی خوابیں چار ماہ کے بچہ سے لے کر بوڑھے ہونے تک برابر روزانہ آتی رہتی ہیں۔ اور اس میں کسی نبی' رسول اور ولی کا فرق نہیں ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کسی مذہب اور کسی عمر کا ہو اسے ضرور خوابیں آتی ہیں۔ ہاں کبھی اسے یاد رہ جاتی ہیں لیکن اکثر یاد نہیں رہتیں۔ یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے۔ اور جو علم قلب جاننے کے مدعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ وحی اور الہام صرف اس بات کا نام ہے کہ انسان کی قوت ارادی جب سلب ہو جاتی ہے تو مختلف خیالات اور نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں نظاروں کا نام وحی رکھ لیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں دیکھو انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ جس کے ماتحت اس کے تمام قویٰ کام کرتے ہیں۔ مثلاً انسان جب اپنے ہاتھ کو اٹھانا چاہے اسی وقت اٹھتا ہے اور جب گرانا چاہے گرتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ تو اٹھانا چاہے اور ہاتھ گر جائے۔ یا وہ گرانا چاہے تو ہاتھ کھڑا ہو جائے۔ یہ اسی قوت کی وجہ سے ہوتا ہے جسے قوت ارادی کہتے ہیں۔ سونے کی حالت میں چونکہ یہ قوت تارک العمل ہو جاتی ہے یا کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے قوت واہمہ آزاد ہو کر خوب گشت کرتی ہے۔ اور اس کی بلند پروازی کو سوتا ہؤا دماغ واقعات سمجھ لیتا ہے اور ایک خاص شکل اور آواز کی صورت میں انسان کے سامنے پیش کر دیتا ہے جو بوجہ غافل ہونے کے اسے حقیقت خیال کر لیتا ہے اور اس کا نام وحی یا الہام رکھ لیتا ہے۔

پھر انہیں میں سے جو محققین کہلاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ الہام قوت ارادی کے تارک العمل ہونے کا نام نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ انسانی جسم میں جو مختلف طاقتیں ہیں ان کے فارغ ہونے کی وجہ سے جب ان میں جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ جوش دماغ تک پہنچنے لگتا ہے تو دماغ اس کی مختلف شکلیں بنا کر پیش کرنی شروع کر دیتا ہے۔ اس کا نام وحی اور الہام رکھ لیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی تحقیق ہے کہ جتنی صفائی کے ساتھ جوانی کے ایام میں خوابیں آتی ہیں اتنی

صفائی کے ساتھ ڈھلتی جوانی میں نہیں آتیں۔ اور جب انسان ۶۵ سال کا ہو جاتا ہے تو بہت کم آتی ہیں۔ کیونکہ اس عمر میں حافظہ کمزور اور جذبات ماند پڑ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی نسبت زیادہ خوابیں یاد رہتی ہیں۔ پھر یہ بھی کہ جن کو خوابیں زیادہ آتی ہیں وہ سوتے بھی زیادہ ہیں۔ پھر وہ خوابیں جو صاف طور پر یاد رہتی ہیں وہ رات کے آخری حصہ میں آتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ انسان دنیاوی خیالات میں مشغول ہونے کی حالت میں سوتا ہے۔ اس لئے ابتدائی نیند میں اس کے خیالات دنیا سے بالکل منقطع نہیں ہو جاتے۔ لیکن جوں جوں وقفہ پڑتا جاتا ہے اس کے توہمات آزاد ہوتے جاتے ہیں۔ اور زیادہ بلند پروازی کرنے لگتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں جو نظارہ دیکھتا ہے اس کے اثرات زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ اور اس لئے بھی اس وقت کی خواب زیادہ یاد رہتی ہے کہ آخری وقت میں انسان کے جاگنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ پس اٹھنے پر اس وقت کی خوابیں زیادہ یاد ہوتی ہیں۔ یہ بھی تحقیق کی گئی ہے کہ دس فیصدی آدمی ایسے ہیں کہ جن کو کبھی کوئی خواب نہیں آتی یا اس علم کے محققوں کے قول کے مطابق یوں کہنا چاہئے کہ ان کو خواب بالکل یاد نہیں رہتی۔

یہ باتیں پیش کر کے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو ان سے ثابت ہو گیا کہ جن نظاروں کا تم وحی اور رؤیا نام رکھتے ہو ان کا انسان کے جسم کے ساتھ تعلق ہے نہ کہ کوئی بیرونی ذریعہ ان کا موجب ہے۔ لیکن یہ خیالات کوئی جدید نہیں ہیں بلکہ قدیم سے چلے آئے ہیں۔ ارسطو اور افلاطون کا بھی یہی خیال تھا اور اس زمانہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

خواب کے ایک طبعی امر ہونے کی تائید میں اور کسی طاقت بالا کی طرف سے اس کے ظاہر ہونے کی تردید میں یہ لوگ ان واقعات سے یہ نتائج نکالتے ہیں کہ :-

(۱) چونکہ جسمانی حالات کے تغیر کے ساتھ ساتھ خوابوں میں بھی تغیر ہوتا رہتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ قانون شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ قانون قدرت کے ماتحت ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ حالات کے تغیر کے ساتھ ساتھ ان نظاروں میں بھی تغیر واقع ہوتا جاتا ہے مثلاً جوانی میں زیادہ بڑھاپے میں کم، عورتوں کو مردوں کی نسبت زیادہ خوابوں کا آنا وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ امور دلالت کرتے ہیں کہ خوابیں جسم کے تغیرات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور جسم سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔

(۲) وہ کہتے ہیں کہ اگر خواب کا تعلق خدا سے ہوتا ہے اور وہ کسی شریعت پر کاربند کرنے کے

لئے اس طرح کلام کرتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حیوانوں کو بھی خوابیں آتی ہیں۔ وہ تو شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ کتا سوتے سوتے اس طرح بھونکتا ہے کہ کچھ دیکھ رہا ہے۔ یا اس طرح منہ ہلاتا ہے کہ کچھ کھا رہا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ حیوانوں کو خواب دیکھنے کا تجربہ اس طرح کرلو کہ ایک شکاری کتے کو شکار کے لئے لے جاؤ جب وہ خوب تھک کر چُور ہو جائے تو اسے سُلا دو اور اس کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اس وقت وہ ایسی ہی حرکتیں کرے گا جیسی کہ شکار کے وقت کرتا تھا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اسے وہ نظارے خواب میں دکھائی دے رہے ہیں۔

(۳) تیسری دلیل وہ اپنی تائید میں یہ دیتے ہیں کہ پیدائشی اندھے یا وہ جو چار پانچ سال کی عمر میں اندھے ہو جائیں انہیں کبھی خواب میں نور دکھائی نہیں دیتا۔ اگر خواب کا تعلق خدا سے ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ بھی کبھی نور دیکھ لیتے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ ہاں وہ جو پانچ اور سات سال کی درمیانی عمر میں اندھے ہوتے ہیں ان کی خوابوں کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر کو خواب میں نور نظر آجاتا ہے اور بعض کو نہیں آتا۔ اور جو سات سال کے بعد اندھے ہوتے ہیں ان میں سے تمام کو نظر آجاتا ہے۔ سوائے ان کے جن پر لمبا عرصہ گزر چکا ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے خواب دکھائی جاتی ہے تو اندھے کو کیوں نظر نہیں آتا۔ اس کو نظر نہ آنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب مادی اسباب کا نتیجہ ہے۔ چونکہ اندھے کے اندر دیکھنے کی طاقت موجود نہیں ہے اس لئے اس کی قوت متخیلہ نور کو پیدا نہیں کر سکتی لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے خواب ہوتی تو وہ نور پیدا کر سکتا تھا۔

(۴) خواب کی وہ کیفیات جو پہلے بیان کی گئی ہیں یعنی خاص خاص جوشوں کے ماتحت خاص خوابوں کا آنا۔ روزانہ دیکھتے ہوئے نظاروں کا سامنے آنا وغیرہ۔ یہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خوابیں درحقیقت مادی اسباب کا نتیجہ ہیں نہ کہ اپنے اندر کوئی خاص معنی رکھتی ہیں۔

(۵) پانچویں دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے ظاہری اسباب ملتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ بناوٹی اور مصنوعی بات ہے۔ اور مشاہدہ خواب کے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم خوابیں دکھا کر ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ انسانی طاقت کی بات ہے۔ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ اگر انسان کی فلاں حالت ہو گی تو فلاں قسم کی خوابیں اسے آئیں گی۔ اس امر کا تجربہ کر کے دیکھ لو جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ

خوابوں کا آنا مادی اسباب کا نتیجہ ہے مثلاً :-

(۱) جن لوگوں کے معدے اور دل میں کوئی خرابی ہوگی انہیں اڑنے یا اوپر سے نیچے گرنے کی خوابیں آئیں گی۔ اب اگر کسی کو اس قسم کی خواب آئے تو معدہ کے نقص کی وجہ سے آئے گی۔ لیکن ایک معبّر اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ اوپر سے نیچے گرنا کسی ابتلاء کے آنے کی علامت ہے۔ حالانکہ ابتلاء کیا آنا ہے وہ تو معدہ کے نقص کی علامت ہے۔

(۲) اسی طرح وہ کہتے ہیں اگر کسی کو بدہضمی کی شکایت ہو تو وہ سونے کی حالت میں دیکھتا ہے کہ میرے سامنے آگ لگی ہوئی ہے اور میں پیچھے بھاگ نہیں سکتا۔ یہ سن کر معبّر تو کہے گا کہ تم پر کوئی مصیبت آنے والی ہے کسی ابتلاء میں پھنسنے والے ہو۔ لیکن ایک ڈاکٹر اسے بیماری سمجھے گا۔

(۳) پھر وہ کہتے ہیں تجربہ کرکے دیکھ لو۔ ایک سوئے ہوئے آدمی کے پاؤں کو سُلا دو۔ جب وہ اٹھے تو اس سے پوچھو کہ کیا تم نے کوئی خواب دیکھی ہے۔ وہ کہے گا کہ میں نے دیکھا ہے پانی میں تیر رہا ہوں۔ یہ بات اگر کسی معبّر کے سامنے پیش کی جائے گی تو وہ کہے گا کہ تمہیں کوئی بڑی کامیابی حاصل ہونے والی ہے۔ حالانکہ یہ اس کے پاؤں کے سونے کا نتیجہ تھا۔

(۴) اسی طرح اگر سونے کی حالت میں رضائی یا کسی اور چیز کا ایسا بوجھ سینہ پر پڑ جائے جس سے سانس رک جائے تو خواب میں یہ نظر آئے گا کہ کوئی بڑا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے جا رہا ہوں۔

(۵) یا اگر سردی کے موسم میں اوپر سے کپڑا اتر جائے تو سونے والا دیکھے گا کہ میں بالکل ننگا ہو گیا ہوں۔ ان باتوں کا تجربہ کرکے دیکھ لو بالکل درست اور صحیح نکلیں گی۔ چنانچہ یورپ میں خوابوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن بنا تھا۔ اس نے مختلف حالتیں پیدا کرکے خوابیں دکھلائی تھیں۔

(٦) پھر یہ تو تجربہ شدہ بات ہے کہ اگر سوتے ہوئے کان میں چیونٹی گھُس جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا توپیں چل رہی ہیں۔ طبل بج رہے ہیں۔ بڑا شور و شر ہو رہا ہے۔ مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کان میں چیونٹی گھُسی ہوئی تھی۔

(۷) اگر پانی کا چھینٹا سوتے ہوئے انسان کے بدن پر گر جائے تو وہ دیکھتا ہے کہ بارش ہو رہی ہے۔

(۸) اگر غلط طور پر لیٹنے سے دل کی دھڑکن پیدا ہو تو اس سے بھاگنے کی خواب نظر آتی ہے۔
(۹) سوتے ہوئے انسان پر کوئی چیز آگرے تو قتل یا گھر یا دیوار وغیرہ کے گرنے کی خواب نظر آتی ہے۔
(۱۰) اگر سوتے ہوئے سردی لگ جائے تو آدمی کو خواب میں یہ نظر آتا ہے کہ جنگل میں پڑا ہؤا ہوں یا وسیع سمندر میں بہ رہا ہوں۔
(۱۱) اعصاب کمزور ہوں تو قریب کے واقعات اکثر نظر آویں گے۔
(۱۲) اگر اعصابی مرکزوں میں سے کسی مرکز کی طاقت بالکل خرچ ہو جائے تو ایسے شخص کو بار بار ایک ہی قسم کی خواب آتی ہے۔

یہ تمام باتیں ایسی بدیہی ہیں کہ ان کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تجربہ ان واقعات کا شاہد ہے اور مشاہدہ ان امور کو ثابت کرتا ہے۔ روزمرہ ایسے واقعات پیش آتے ہیں اور ڈاکٹروں نے خاص طور پر ان کا تجربہ کرکے ان کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ اور ڈاکٹروں کی بھی کوئی خصوصیت نہیں یہ ایسے امور ہیں کہ ان کے تجربہ کے لئے کسی خاص علم یا خاص آلہ کی ضرورت نہیں ہر شخص اپنے طور پر تجربہ کر سکتا ہے خصوصاً وہ خوابیں تو بہت ہی ظاہر ہیں جو خاص بیماریوں کا نتیجہ ہوتی ہیں کیونکہ ان کا انکار کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ پس یورپین فلاسفر کہتے ہیں کہ جب تجربہ خوابوں کو مادی اسباب کا نتیجہ ثابت کرتا ہے اور مشاہدہ اس پر دلیل ہے تو پھر ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارات قرار دینا اور حکمتوں پر مبنی قرار دینا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

معترضین کے شکوک کا ازالہ

چونکہ ہر ایک انسان کی نظر باریک بین نہیں ہوتی اس لئے شاید ان اعتراضات کو سن کر بعض لوگ خیال کریں کہ واقعی یہ بات کہ خدا کی طرف سے کوئی رؤیا یا خواب ہوتی ہے ایک مشکوک امر ہے۔ لیکن اصل بات کیا ہے کسی نے کہا ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

جب کسی عمارت کی بنیاد ہی معمار ٹیڑھی رکھے تو دیوار آخر تک ٹیڑھی ہی ٹیڑھی چلی جائے گی۔ ان لوگوں نے جن باتوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ خواب طبعی امر ہے وہ باتیں بے

شک درست ہیں۔ لیکن جو نتیجہ نکالا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ امور یہ تو ثابت کرتے ہیں کہ خواب بعض بیماریوں کے نتیجہ میں بھی آجاتا ہے مگر یہ ثابت نہیں کرتے کہ خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور ایک اشارہ اور ہدایت کے نہیں آتا بلکہ ہمیشہ بناوٹی ہی ہوتا ہے۔ اور ہم ہرگز اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ خواب کبھی بیماری کا نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ خواب یا الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور ان باتوں سے ہمارے اس دعویٰ کا رد ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ہمارے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے رؤیا کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی تحقیق اور کوشش سے ثابت کر لیا ہے کہ مصنوعی خوابیں ہو سکتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں سبحان اللہ اس بات کے لئے ہمیں کوشش نہ کرنی پڑی۔ آپ لوگوں نے ہی کوشش کرکے قرآن کریم کی ایک صداقت کا اظہار کر دیا۔ اب اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ قرآن میں جو لکھا ہے کہ اضغاثُ واَحلام بھی کچھ ہے۔ کیوں نہ کہا جائے کہ دماغ کوئی خواب نہیں پیدا کر سکتا۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ دماغ اس قسم کی باتیں پیدا کر لیتا ہے تو ہم اس کو کہیں گے کہ دیکھو ڈاکٹروں نے ثابت کر دیا ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔ پھر تمہیں قرآن کریم کی اس بات کے ماننے میں کون سا عذر ہو سکتا ہے۔ تو محققین کے یہ ثابت کر دینے کی وجہ سے کہ دماغ پر متفرق طبعی اثر پڑ کر انسان کو خواب آجاتی ہے اسلام پر کسی قسم کی زد نہیں پڑتی بلکہ اسلام کی ایک بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ اسلام خود اس قسم کی خوابوں کا ہونا تسلیم کرتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ یہ ساری کی ساری خوابیں اسی قسم کی ہوتی ہیں یہ اہل یورپ کی تحقیقات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے جو کچھ ثابت کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ بعض ظاہری اور مصنوعی حالات اور تغیرات پیدا کرنے سے خوابیں آجاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان ظاہری حالات اور تغیرات کے علاوہ کسی اور وجہ سے خوابیں آہی نہیں سکتیں اور ان کے آنے کا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں۔ پس انہوں نے بخیال خود اسلام کو اکھیڑنے کے لئے جو عمارت کھڑی کی تھی وہ نہ صرف یہ کہ بوسیدہ اور کمزور ہونے کی وجہ سے اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکی بلکہ اسلام کی صداقت کا موجب بن گئی ہے اور اس کے ذریعہ اسلام کی ایک بات کی تائید ہو گئی ہے۔ انہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے ایک توپ خانہ تیار کیا تھا کہ اس سے اسلام پر گولہ باری کریں گے۔ مگر جب وہ تیار کر چکے ہیں تو وہ ان کے قبضہ سے نکل کر ہمارے تصرف میں آگیا ہے۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے تیار کیا تھا اس کو خود قرآن کریم پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

ایسی خوابیں حدیث النفس ہوتی ہیں۔ اس سے اسلام کی تردید کہاں ہوئی۔ ہاں جو مذہب اس بات کو بیان نہیں کرتا وہ برباد اور تباہ ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام کی تو اور بھی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

اندھوں کی خوابیں

اس ایک ہی جواب سے وہ سارے اعتراضات مٹ جاتے ہیں جو خواب کے متعلق اوپر ذکر ہو چکے ہیں۔ البتہ ایک بات خاص طور پر قابل غور ہے اور وہ اندھوں والی ہے۔ یہ زیادہ تشریح اور توضیح چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ پوچھتے ہیں کہ اگر خوابوں میں خدا کا دخل ہوتا ہے تو کیوں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس تک انسان کے ظاہری قویٰ کی رسائی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوتی ہے مگر اس قسم کی نہیں جس قسم کی تم چاہتے ہو۔ اور یہ کسی امر کے غلط ہونے کی دلیل نہیں کہ جس طرح ہم کہتے ہیں اس طرح کیوں نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس طرح ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جس طرح ہوتا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ یہ بات دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر وہ صحیح اور درست ثابت ہو جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ جس طرح ہوتا ہے اسی طرح ہونا چاہئے۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اندھوں کو جو خواب میں نور دکھائی نہیں دیتا ان کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو خوابیں بندوں کو آتی ہیں وہ کوئی محض تماشہ اور دل لگی کے طور پر نہیں ہوتیں بلکہ اس کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے آتی ہیں۔

اس کے متعلق ضروری ہوتا ہے کہ ایسے ذریعہ اور ایسے طریق سے آئیں جس سے انسان آسانی کے ساتھ اسے سمجھ سکے اور ان سے فائدہ اٹھا سکے اب اگر کسی اندھے کو اس طرح خواب آئے کہ اس کو بینائی دی جائے اور اس سے کوئی نظارہ دیکھے تو جو اس کی حالت ہو گی وہ ڈاکٹروں سے پوچھ لو۔ انہیں خوب تجربہ ہے کہ جب کسی آنکھوں کے مریض کی بیس پچیس دن کے بعد پٹی کھولتے ہیں تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑاتا اور ہر چیز کو حیرانی اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حالانکہ ایک تھوڑے عرصہ کے بعد اس کی آنکھیں کھولی جاتی ہیں۔ اسی پر قیاس کر لو کہ جب ایک اندھے کو ایک لمبی مدت کے بعد نور دکھائی دے گا اور وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے اور پھر اس سے چھین لیا جائے گا تو اس کی کیا حالت ہو گی۔ اور وہ اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکے گا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ تو اس حالت کو دیکھ کر گھبرا جائے گا اور خواب کے مضمون کو اخذ ہی نہ کر سکے گا۔ مثلاً سرخ خون کا دکھائی دینا جنگ کی علامت ہے۔ اب اگر

کسی اندھے کو خواب میں سرخ خون دکھا دیا جائے تو بیدار ہو کر وہ کیا سمجھے گا کہ مجھے کیا دکھایا گیا ہے کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر اسے جنگ کی آواز سنائی جائے تو وہ فوراً بتا دے گا کہ لڑائی اور جنگ کی طرف مجھے اشارہ کیا گیا ہے۔ پس یہی وجہ ہے جس کے لئے ضروری تھا کہ اندھے کو خواب میں واقعات کو متمثل کر کے دکھایا نہ جائے بلکہ اس کو آنے والے واقعات کا علم کان، ناک یا زبان یا حس کے ذریعہ سے دیا جائے۔

مخالفین کی تحقیقات کے مفید نتائج

خواب کے متعلق تحقیقات کرنے والے لوگوں کے تجارب سے ہمیں اپنے مطلب کی ایک بات حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ایک عظیم الشان دلیل انبیاء کی صداقت میں ہمیں ملتی ہے جو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ خوابیں اور الہام عورتوں کو بہت زیادہ ہوتے ہیں اور مردوں کو کم۔ اور اس سے اسلام کے دعویٰ کی صداقت ثابت ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کی طرف سے بھی خوابیں آتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جن لوگوں کو کثرت سے خواب اور الہام ہوتا ہے وہ ہمیشہ مرد ہی ہیں عورتوں سے کبھی کوئی نبی نہیں ہوئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث النفس اور دماغی بناوٹ کے ذریعہ خوابوں کے آنے کے علاوہ اور بھی ذرائع خواب☆ والہام کے ہیں۔ کیونکہ حدیث النفس کی نسبت ثابت ہے کہ اس کا زیادہ اثر عورتوں پر پڑتا ہے۔ لیکن نبوت کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں عورتیں حصہ دار ہی نہیں۔ اس دروازہ سے مرد ہی داخل ہوتے ہیں۔ جس سے معلوم ہؤا کہ نبیوں کی خوابوں کا منبع اور ہے اور حدیث النفس کا منبع اور۔

(۲) اسی طرح علم کیفیات القلب کے ماہر کہتے ہیں کہ جن خوابوں کی ہم نے تحقیقات کی ہے وہ جوش جوانی میں کثرت سے آتی ہیں اور بڑھاپے میں بہت کم۔ حتّٰی کہ ۶۵ سال سے زیادہ عمر میں بالکل بند ہو جاتی ہیں یا بہت ہی کم آتی ہیں۔ اور یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کی طرف سے بھی خوابیں آتی ہیں۔ کیونکہ انبیاءؑ کو جوانی کی عمر گزار کر بڑھاپے میں ہی الہام اور خوابوں کی کثرت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ ان خوابوں کا سلسلہ ہی اور ہے۔ اور وہ جن کی تحقیقات انہوں نے کی ہے بے شک وہ سلسلہ ایسا ہے جو عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور مردوں میں کم۔ پھر وہ جوانی کے ایام میں زیادہ اور کثرت سے جاری ہوتا ہے اور بڑھاپے میں

☆ اکثر جگہ مَیں خواب کا لفظ طوالت سے بچنے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ ورنہ اس سے مراد رؤیا، الہام اور کشوف سب اقسام وحی ہیں۔

کم یا بالکل بند ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تو وہ سلسلہ ہے جو مردوں سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ عورتوں سے۔ اور جوانی کے بعد کثرت سے شروع ہوتا ہے نہ کہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور دونوں ایک دوسرے سے الگ تھلک ہیں۔

اب میں کچھ اور اعتراض بیان کرتا ہوں جو ان لوگوں کو نہیں سوجھے لیکن حقیقت سے ناواقف طبیعتوں میں پیدا ہو کر ٹھوکر کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ان کو پیش کر کے میں جواب دوں گا تاکہ کسی کو ان سے ٹھوکر نہ لگے۔

منحوس اور اچھی خوابیں

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو جب خواب آئے گی منحوس اور ڈراؤنی ہی آئے گی۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو جب خواب آئے گی اچھی اور خوش کن ہی آئے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوابیں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں تو پھر ایسا ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کیوں ہمیشہ ایک قسم کے لوگوں کو اچھی خوابیں ہی آتی ہیں اور دوسری قسم کے لوگوں کو بری۔ کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں قسم کے لوگوں کو ملی جلی آئیں؟

جواب

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو واقع میں حدیث النفس کے ماتحت منحوس خوابیں آتی ہیں ان سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور ان کی خوابیں لغو ہی جاتی ہیں۔ اسی طرح جن کو واقع میں حدیث النفس کے ماتحت اچھی خوابیں آتی ہیں ان کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور ان کی خوابیں بھی لغو جاتی ہیں۔ اس لئے دونوں مساوی ہیں اور یہ دونوں قسم کے خواب دیکھنے والے باوجود مختلف قسم کی خوابیں دیکھنے کے درحقیقت ایک ہی درجہ کے آدمی ہیں۔ کیونکہ نہ ایک کو اس کی خوابوں سے کوئی نقصان ہے اور نہ دوسرے کو اس کی خوابوں سے کچھ فائدہ۔ پس ان دونوں کی نسبت تو ہمارا یہی جواب ہے کہ ان کی حالت بتا رہی ہے کہ ان کو حدیث النفس ہے اور جب ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث النفس کا ہی نتیجہ ہے تو پھر کوئی بحث ہی نہ رہی۔

اس کے متعلق اگر کہا جائے کہ ایسی خوابیں جن کا نام تم حدیث النفس رکھتے ہو یہ بعض لوگوں کو منحوس ہی آتی ہیں اور پوری بھی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کو اچھی آتی ہیں اور پوری بھی ہو جاتی ہیں جس سے معلوم ہؤا کہ پہلی قسم کے لوگوں کو تو ان سے نقصان پہنچتا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کو فائدہ۔ اس طرح دونوں مساوی کس طرح ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ وہ خواب جس کو ہم حدیث النفس کہتے ہیں کبھی پوری بھی ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی پوری نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب یہ مسلمہ امر ہے کہ انسان کا دماغ آئندہ ہونے والی بات کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔ تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایسی خواب جو دماغ سے ہی پیدا ہوئی ہو وہ پوری بھی ہو جائے۔ سوائے اس کے کہ کبھی بعض آئندہ آنے والے واقعات گزرے ہوئے واقعات کا نتیجہ اور ثمرہ ہوں یا کبھی اتفاقی طور پر کوئی بات درست نکل آوے۔

دراصل خواب کے پورا ہونے سے یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ حدیث النفس بھی پوری ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو خواب پوری ہو جائے۔ وہ حدیث النفس کی وجہ سے پوری نہیں ہوتی بلکہ اس لئے پوری ہوتی ہے کہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔

اس پر پھر وہی سوال پڑتا ہے کہ بعض لوگوں کو کیوں منحوس ہی خوابیں آتی ہیں اور بعض کو اچھی۔ کیا خدا ظالم ہے کہ ایک کو بری ہی خواب دکھاتا ہے اور دوسرے کو اچھی ہی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ (بنی اسرائیل :۲۱) یعنی ہم ہر ایک کی اپنی عطاء کے ساتھ مدد کرتے ہیں اور اس کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔ ان کی بھی اور ان کی بھی اور تیرے رب کی عطاء کسی سے روکی نہیں گئی۔ تو اسی سنت الٰہی کے ماتحت وہ لوگ جن کو ڈراؤنی اور بھیانک باتوں میں مزا آتا ہے ان کو کبھی کبھی ان کی طبیعت کے مطابق بھیانک اور ڈراؤنی خوابیں دکھائی جاتی ہیں اور بعض کو چونکہ اچھی اور خوشی پہنچانے والی باتوں سے محبت اور تعلق ہوتا ہے اس لئے ان کو اچھی خوابیں آتی ہیں۔ پس منحوس لوگوں کو ہی منحوس خوابیں آتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ کسی روحانی بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچ سکتے اور کبھی کوئی نبی نہیں ہؤا جس کو منحوس ہی منحوس خوابیں آتی رہی ہوں۔ پس ان لوگوں کی خوابیں بھی ہوتی تو خدا ہی کی طرف سے ہیں مگر ان کے حالات کے مطابق ہوتی ہیں' کیونکہ ان کو منحوس باتوں سے ہی تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح جن کو اچھی باتوں سے تعلق ہوتا ہے ان کو اپنے حالات کے مطابق اچھی آتی ہیں تو یہ سب کچھ کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ کے ماتحت ہوتا ہے۔

یہ تو ان لوگوں کا ذکر ہے جو ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان مؤمن اور متقی ہوتا ہے۔ لیکن اسے منحوس خواب دکھائی جاتی ہے اور

دوسرے کو اچھی اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ حکیم ہے اس کی کوئی بات حکمت کے خلاف نہیں ہوتی۔ اس کا ایسا کرنا بھی ایک بہت بڑی حکمت کے ماتحت ہوتا ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اکثر مقامات پر بتایا ہے کہ بعض طبائع تو اس قسم کی ہوتی ہیں جو انعام پاکر جھکتی ہیں اور بعض اس قسم کی ہوتی ہیں جو سزا سے جھکتی ہیں۔ پس اس فطرتی تقاضا کے ماتحت وہ لوگ جن کی طبیعتیں ڈر اور خوف سے درست رہتی ہیں ان کو ڈراؤنی خوابیں دکھائی جاتی ہیں۔ کیونکہ اگر انہیں خوشی والی دکھائی جائیں تو ان کی طبیعتیں بگڑ جاتی ہیں اور ان کے لئے نقصان کا موجب بنتی ہیں۔ لیکن یہ انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو ابھی سلوک کے راستہ پر چل رہے ہوتے ہیں اور کسی منزل پر نہیں پہنچے ہوتے۔ ان پر جو تکلیف اور مصیبت آنے والی ہوتی ہے۔ وہ اگر نہ بھی بتائی جائے تو بھی آجائے گی لیکن جب انہیں قبل از وقت بتلا دیا جاتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کر لیتے اور بچاؤ کے طریق سوچ لیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ لیکن ایک مؤمن ایسے ہوتے ہیں کہ انعام کے ملنے پر ترقی کرتے اور آگے بڑھتے ہیں۔ ان کی ترقی اور اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ انہیں خوشخبری والی خوابیں دکھاتا رہتا ہے۔ تو یہ دونوں قسم کی خوابیں دو مختلف طبائع کے لوگوں کی اصلاح کے لئے ہوتی ہیں۔ اگر ان کی طبیعتوں کے مطابق ان کی خوابوں میں فرق نہ رکھا جائے تو وہ اس قدر ترقی نہیں کر سکتے جس قدر اس صورت میں کرتے ہیں۔

خواب کا بھول جانا

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر واقعہ میں خدا کی طرف سے خواب ہوتی ہے تو وہ بھول کیوں جاتی ہے۔ جب خدا انسان کے فائدہ اور نفع کے لئے اسے کچھ دکھاتا ہے تو پھر ضروری ہے کہ وہ اسے یاد بھی رہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھا سکے لیکن کئی خوابیں بھول جاتی ہیں۔ جس سے یا تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نفس کے خیالات ہوتے ہیں یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا بھی ایسے لغو کام کرتا ہے جن کا کوئی نتیجہ اور فائدہ مترتب نہیں ہوتا؟

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ ہم مانتے ہیں بعض خوابیں حدیث النفس بھی ہوتی ہیں اگر وہ بھول جائیں تو کیا حرج ہے۔ لیکن اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے بانی حضرت محمد ﷺ اور حضرت مرزا صاحب کو بھی بعض رؤیا بھول گئی تھیں۔ کیا ان کو بھی حدیث النفس کہو گے۔ ان کی تمام کی تمام رؤیا تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے ہوتی تھیں پھر ان کو

کیوں بھولتی رہیں- حدیثوں سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم ؐ کو ایک رؤیا دکھائی گئی مگر آپ کو یاد نہ رہی- اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بارہا کہا کہ مجھے خواب بھول گئی- اب جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ ایسے انسانوں کو بھی اپنی خوابیں بھول جایا کرتی ہیں جن کے نبی ہونے کی وجہ سے ان کی خوابوں کو تم حدیث النفس نہیں قرار دیتے تو تمہیں یہ ماننا پڑے گا کہ ان نبیوں کو حدیث النفس کے الہام بھی ہؤا کرتے تھے- لیکن اس عقیدہ سے تو مذہب اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا- کیونکہ اس طرح یہ مشکل آپڑے گی کہ قرآن کریم کی نسبت بھی شک پڑ جائے گا کہ اس کا بھی کچھ حصہ شاید حدیث النفس ہو- اور پھر چونکہ یہ امتیاز مشکل ہو جائے گا کہ کون سا حصہ حدیث النفس ہے اس لئے سارے قرآن پر سے اعتماد اٹھ جائے گا- اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے الہاموں میں بھی شبہ پیدا ہو جائے گا- کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو بھی بعض اپنی رؤیا یاد نہ رہیں- رسول کریم ﷺ کو اپنی خواب یاد نہ رہنے کی مثال تو صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں آپؐ باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں- آپؐ نے انہیں فرمایا کیوں لڑتے ہو- مجھے لیلۃ القدر کے وقت کے متعلق بتایا گیا تھا مگر تم کو لڑتے دیکھ کر بھول گیا ہے- بخاری کتاب الصوم باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس، پس اس حدیث کے ہوتے ہوئے- خوابوں کے یاد نہ رہنے کے متعلق کیا جواب ہو سکتا ہے؟ اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بھی کئی واقعات ثابت ہیں- مثلاً لیکھرام کے متعلق جو خواب تھی اس میں ایک اور شخص کی نسبت بھی کچھ ظاہر کیا گیا تھا جس کا نام بھول گیا-

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ بعض خوابیں یاد نہیں رہتیں لیکن یہ نہیں کہ ہمیشہ بھول ہی جایا کرتی ہیں- بلکہ جو حدیث النفس کے ماتحت خوابیں آتی ہیں وہ بھول جایا کرتی ہیں- باقی رہا یہ کہ نبیوں کو کیوں بھولتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں بڑی بڑی عجیب حکمتیں ہوتی ہیں اور وہ عجیب عجیب طریقوں سے اپنے بندوں کے فائدہ اور ترقی کے سامان مہیا کرتا ہے- نبیوں کو رؤیا کا بھول جانا بھی خدا کی حکمت کے ماتحت انسانوں ہی کے فائدہ اور نفع کے لئے ہوتا ہے- مثلاً لیلۃ القدر کے وقت کے متعلق جو خواب آئی اسی کو دیکھو- اگر وہ یاد رہتی اور اس کے ذریعہ سے لیلۃ القدر کا عین وقت معلوم ہو جاتا تو اس سے روحانی ترقی کرنے میں اتنا فائدہ حاصل نہ ہوتا جتنا اب بھول جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے- اس کے بھلا

دینے سے منشاء الٰہی یہ تھا کہ مسلمان اس ذریعہ سے ایک بہت بڑا اور ضروری سبق سیکھیں۔ اور جو سبق اس میں سکھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دیکھو لڑائی جھگڑے کا نتیجہ کیسا خطرناک نکلتا ہے۔ صرف دو ہی شخص آپس میں لڑ رہے تھے کہ ان کی وجہ سے ایک بہت بڑے انعام کا پتہ بتلایا ہؤا بھلا دیا گیا۔ اب اس طرح کرو کہ اس وقت کے پانے کے لئے رمضان کی آخری دس راتوں میں کوشش کرو اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ دیکھو صرف دو آدمیوں کی لڑائی جھگڑے سے جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کے لئے دس گنا زیادہ کوشش اور سعی کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر زیادہ لڑیں گے تو اس کے نقصان کی تلافی کے لئے کس قدر کوشش کرنی پڑے گی۔ اگر یہ دو شخص نہ لڑتے تو پھر اس قدر محنت اور مشقت کے برداشت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہ ایک بہت بڑا سبق تھا جس کو اگر مسلمان یاد رکھتے تو دنیا میں کبھی ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ لیکن افسوس کہ انہوں اس کا خیال نہ رکھا۔ پھر اگر اس سال کی لیلۃ القدر کا وقت آنحضرت ﷺ کو یاد رہتا اور آپ دوسروں کو بتا دیتے تو وہ اسی سال کام آسکتا تھا۔ کیونکہ ہر سال الگ دن میں یہ وقت آتا ہے۔ اب بھلا دینے کی صورت میں جو سبق سکھایا گیا وہ بہت اہم اور فائدہ بخش ہے اور ایسا سبق ہے کہ جتنا بھی اس پر غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھلا دینے کی اور بھی کئی ایک وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بات کے متعلق ہوشیار کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس پر سے بالکل پردہ نہیں اٹھانا چاہتا۔ اس کے لئے الہام اور خواب دکھا کر بھلا دیتا ہے۔ اس طرح انسان کے قلب پر ایک اثر اور نقش قائم رہتا ہے۔ اس اثر کے قائم رہنے کا ثبوت یہ ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ انسان کسی بات کے متعلق سوچتا ہے مگر اسے یاد نہیں آتی۔ لیکن کسی اور وقت وہ خود بخود بغیر اس کے سوچ کے اسے یاد آجاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟- یہی کہ اس کا دماغ اپنے طور پر اس کی تلاش اور جستجو میں مصروف تھا مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ میرا دماغ کام کر رہا ہے۔ پس اسی طرح ایک دفعہ ایک خواب بظاہر بھول جاتی ہے اور انسان کے دماغ پر اس کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا مگر فی الواقعہ دماغ پر اس کا اثر باقی ہوتا ہے اور دماغ اپنے طور پر اس سے فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔ گو اس انسان کو معین طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا کیا اثر میرے قلب پر ہے۔ پس بعض دفعہ مصلحت الٰہی یہی چاہتی ہے کہ ایک رؤیا کے الفاظ محفوظ نہ رہیں لیکن ان کا اثر محفوظ رہے اور اس کے لئے ایک شخص کو رؤیا دکھا کر یا الہام کر کے نظارہ یا الفاظ بھلا دیئے جاتے ہیں۔ جس سے فائدہ بھی

ہوتا ہے اور آئندہ کے واقعات پر پردہ بھی پڑا رہتا ہے۔ یہ ایک ایسا اصل ہے کہ جس کا اعمال قلب کے واقف ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔

رؤیا دیکھنا کسبی بات نہیں

اب میں اس گروہ کو لیتا ہوں جو یہ تو مانتا ہے کہ خواب اور رؤیا سچی ہوتی ہیں اور حدیث النفس ہی نہیں ہوتیں مگر ساتھ ہی کہتا ہے کہ یہ کسبی علم ہے ہر ایک انسان جو کوشش کرے وہ اسے حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ جس طرح بعض خوابیں حدیث النفس ہوتی ہیں اسی طرح خوابوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو کسب سے تعلق رکھتی ہے اور اس کو بھی قرآن کریم نے بیان کیا ہے مگر باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ خدا کی طرف سے خوابیں ہوتی ہی نہیں۔ کیا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زید بول سکتا ہے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ عمر نہیں بول سکتا' ہرگز نہیں۔ اسی طرح اس بات کے ثابت ہونے کی وجہ سے کہ کسبی خوابیں بھی ہوتی ہیں یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ خدا کی طرف سے ہوتی ہی نہیں۔

وہ لوگ جو خوابوں کو صرف کسبی عمل قرار دیتے ہیں۔ خوابیں دیکھنے کے لئے مختلف طریق اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً پانی کا گلاس بھر کر اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں اور اس میں دیکھنا شروع کر دیتے ہیں یا کبھی شیشہ پر نظر جما کر بیٹھ جاتے ہیں یا کبھی سیاہی کو سامنے رکھ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح انہیں کچھ نظارے نظر آجاتے ہیں پھر بعض یوں بھی کرتے ہیں کہ یکسو اور خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس طرح ان پر نیند غالب ہو جاتی ہے اور اسی حالت میں وہ اپنے کسی عزیز اور دوست کو دیکھ لیتے اور اس سے باتیں کر سکتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ تمام کی تمام خوابیں اسی قسم کی ہوتی ہیں اور کسبی طریق پر پیدا کی جا سکتی ہیں۔ ہاں ایک قسم کسبی خوابوں کی بھی ہے اور قرآن کہتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔ مگر اس سے اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا کے فضل کے ماتحت خوابیں ہوتی ہی نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ کسبی خوابیں ہوتی ہیں اور وہ شیطانی ہوتی ہیں۔ کوئی انسان جب یہ خواہش کرتا ہے کہ میں بھی نبیوں کی طرح خوابیں دیکھوں تو شیطان اس کی اس خواہش کو دیکھ کر اس سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اسے شیطانی خوابیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ میں نے اس جماعت کے متعلق بڑا مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری جماعت کے راستہ میں ہندوستان اور یورپ میں اگر کوئی روک پیدا ہو گی تو اسی قسم کے لوگ ہوں گے اور ان کا مقابلہ بہت مشکل کام ہو

گا۔ کیونکہ وہ بھی اسی بات کے مدعی ہوں گے جس کے ہم ہیں۔ لیکن جو کچھ وہ پیش کریں گے وہ وہ نہیں ہو گا جو ہم پیش کرتے ہیں بلکہ اس کے بالکل خلاف ہو گا۔ اس لئے یہی خطرناک دشمن ہوں گے۔ ابھی تک ہماری جماعت نے اس خطرہ کو محسوس نہیں کیا۔ مگر میرے دل میں خدا نے آج سے دو سال پہلے یہ بات ڈالی تھی کہ ہماری ترقی کے راستہ میں یہی جماعت روک بنے گی۔ اس لئے میں نے ان کی باتوں کا خوب مطالعہ کیا ہے اور خدا کے فضل سے ان کے شر سے محفوظ رہنے کا توڑ بھی نکالا ہے۔ جس کے متعلق ارادہ ہے کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں مضمون لکھوں اور اس کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بھی تقسیم کیا جائے۔

یہ گروہ مدعی ہے کہ ہمیں بھی خدائی الہام ہوتا ہے حالانکہ مذہب اسلام سے ان لوگوں کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صرف مذہب اسلام پر ہی چلنے سے خدائی الہام ہو سکتا ہے۔ اب اگر ان کی بات درست ثابت ہو جائے تو پھر اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ اس وقت ان کے متعلق تفصیلی بحث تو نہیں ہو سکتی مگر مختصر طور پر کچھ بیان کرتا ہوں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی خوابیں آتی ہیں اور یہ بھی کہ اس قسم کی مشق رکھنے والے لوگ جب چاہیں کچھ نہ کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے ماننے میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ شیطانی خوابیں ہوتی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر ایک مذہب کا آدمی جب اپنے مذہب کے متعلق سوچتا ہے تو اسے یہی بتایا جاتا ہے کہ تمہارا مذہب سچا ہے۔ ایک ہندو کو ہندو مذہب سچا دکھائی دیتا ہے۔ ایک عیسائی کو عیسائیت سچی نظر آتی ہے۔ ایک یہودی کو یہودیت سچی دکھائی جاتی ہے۔ اور ایک مسلمان کو اسلام سچا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ نظارے خدا کی طرف سے ہوں تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس یہ شیطان ہی کا کام ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہنسی اور مخول اور تماشہ کرتا ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کے بہت سے تجربات کو جمع کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک بات پر کبھی دو کا بھی اتفاق نہیں ہوتا ہر ایک اپنی اپنی سناتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو الہام ہوتے ہیں ان کے پانے والوں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ چنانچہ دیکھ لو جتنے انبیاءؑ آئے ہیں وہ ایک ہی تعلیم لے کر آئے ہیں۔ کسی ایک بات میں بھی ان کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن ان کسی طریق پر خوابیں دیکھنے والوں میں سے دو کا بھی کسی ایک بات پر اتفاق نہیں ہے بلکہ سخت اختلاف ہے۔ پس ان کا اختلاف ثابت کر رہا ہے کہ ان کو جو

کچھ دکھایا جاتا ہے وہ شیطانی کام ہے۔

(۲) پھر ان کے شیطانی ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ جو خوابیں آئندہ کے متعلق ہوتی ہیں ان میں سے اکثر غلط اور جھوٹی نکلتی ہیں۔ ہاں کوئی سچی بھی نکل آتی ہے۔ چوہدری فتح محمد صاحب نے بتایا کہ اس علم کے ماہروں نے پیش گوئیوں کی ایک بڑی کتاب شائع کی تھی جن میں ایک پیش گوئی یہ بھی تھی کہ ۱۹۱۵ء میں جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیصر جرمن معزول ہو جائے گا۔ لیکن ان کی تمام کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ شیطانی خوابیں تھیں۔ ان کو میں حدیث النفس کیوں نہیں کہتا۔ اس لئے کہ ان میں بعض باتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کی وجہ سے انہیں شیطانی کہنا ضروری ہے ان کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں ہے۔

پھر یہ بھی ثابت شدہ بات ہے کہ ایسے لوگوں کو اکثر خوابیں ڈراؤنی ہی آتی ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ڈراؤنی خواب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (بخاری کتاب التعبیر باب الحلم من الشیطٰن) ان لوگوں میں سے ولیم اٹیکنسن بڑا ماہر ہے۔ اس نے اس علم پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ کہتا ہے میں نے تجربہ سے یہ بات معلوم کی ہے کہ ہمیں اکثر خوابیں ڈراؤنی ہی آتی ہیں، معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان کے پاس ڈرانے کے سوا اور رکھا ہی کیا ہے۔ انعام دینا تو اس کے اختیار میں نہیں۔ اس لئے جن سے اس کا تعلق ہوتا ہے انہیں ڈراتا رہتا ہے تاکہ وہ خوف کے مارے اس کے قابو میں رہیں۔

میری اس بات سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انذاری خوابیں خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ انبیاءؑ کو جو انذاری الہامات ہوتے ہیں وہ نعوذ باللہ شیطان سے تعلق کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاءؑ کو اکثر الہامات خوشخبری کے ہوتے ہیں اور بہت کم انذاری۔ لیکن ان لوگوں کو کثرت سے ڈرانے والی خوابیں آتی ہیں اور بہت کم خوشخبری والی۔ اور ان میں سے اکثر غلط ہوتی ہیں اور کوئی ایک آدھ کبھی پوری ہو جاتی ہے۔

شیطانی خواب کے پورا ہونے کی وجہ

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کی تمام کی تمام خوابیں شیطانی ہوتی ہیں۔ تو ان میں سے کبھی کوئی پوری کیوں ہو جاتی ہے۔ کیا شیطان کو بھی کچھ علم غیب ہے کہ ایسا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیاسی بات تو کبھی انسان کی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ پھر شیطان کا کوئی نہ کوئی

قیاس کیوں نہ پورا ہو۔ وہ تو انسان کی نسبت بہت ادھر ادھر پھرنے والا ہے۔ اور اس فن میں زیادہ تجربہ کار ہے وہ کبھی ثناء اللہ کے پاس جاتا ہے کبھی محمد حسین کے پاس۔ کبھی اور اسی قسم کے لوگوں کے پاس۔ اس طرح قیاس لگانے کا اسے زیادہ ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی بتائی ہوئی کوئی نہ کوئی بات پوری بھی ہو جاتی ہے۔

شیطانی اور رحمانی خواب میں فرق

اب ایک اور سوال ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب شیطان کی بتائی ہوئی بعض باتیں پوری ہو جاتی ہیں تو پھر کیونکر مانا جائے کہ مؤمنوں کی خوابیں قیاسی نہیں ہوتیں۔ وہ بھی قیاسی ہی ہوتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شیطانی خوابیں ہوتی ہیں ان کے دو ایسے نشان ہیں جن سے قطعی طور پر ان کا شیطانی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسے لوگوں کو ہمیشہ خوابیں اور کشوف انہی امور کے متعلق ہوتے ہیں جن کے کچھ نہ کچھ آثار ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن جو رحمانی خوابیں اور کشوف ہوتے ہیں وہ اس وقت دکھائے جاتے ہیں جب کہ آثار و علامات کا کہیں نام و نشان نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق یہی مثال دیکھ لو کہ اس علم کے مدعیوں نے قیصر کے معزول ہونے کی خواب اس وقت دیکھ کر پیشگوئی کی جب لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے ؎

"زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد ۲۱ صفحہ ۱۵۲)

کی پیشگوئی اس وقت کی جب کہ لڑائی کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ تو یہ ایک بہت بڑا فرق ہوتا ہے رحمانی اور شیطانی خواب میں۔ شیطانی خوابیں ان امور کے متعلق ہوتی ہیں جن کے آثار ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن رحمانی خوابیں ان امور کے متعلق ہوتی ہیں جن کے ان کے دکھانے کے وقت کوئی آثار نہیں ہوتے بلکہ ان کے خلاف لوگوں کے خیالات ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں بتایا گیا تھا کہ نہر سویز نکالی جائے گی چنانچہ سورہ رحمٰن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ (الرحمٰن: ۲۰ تا ۲۳) کہ اے انسانو اور جنّو! یعنی بڑے اور چھوٹے لوگو سنو! خدا نے اس وقت دو سمندر ایسے چھوڑے ہوئے ہیں جو ایک وقت آئے گا کہ آپس میں مل جائیں گے۔ یعنی ان کے درمیان کی خشکی دور ہو جائے گی اور دونوں سمندروں کے پانی

اکٹھے ہو جائیں گے اور ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک سمندر ہی کے ذریعہ جا سکیں گے۔ اب سوال ہوتا تھا کہ یہ کون سے سمندر ہیں جن کے ملنے کی خبر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ دیا کہ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۝ کہ ان دونوں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ اب جغرافیہ میں دیکھ لو کہ وہ کون سے دو سمندر ہیں کہ جن میں سے ایک سے موتی اور دوسرے میں سے مونگا نکلتا ہے اور جن دونوں کے درمیان ایک چھوٹی سی خشکی واقع تھی کہ جس کی وجہ سے ایک کا پانی دوسرے کے پانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ جغرافیہ بالاتفاق کہے گا کہ یہ دونوں سمندر بحیرہ احمر اور بحیرہ قلزم ہیں۔ کہ اول الذکر اپنے قیمتی موتیوں کی وجہ سے مشہور ہے اور ثانی الذکر مونگے کی وجہ سے۔ پس اس علامت سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ اس آیت میں بحیرہ احمر اور بحیرہ قلزم مراد ہیں۔ اور قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ان دونوں کے ملنے کی خبر دی ہے۔ اور گو ان کا نام نہیں لیا مگر ایسی علامتیں بتا دی ہیں جن کے ذریعے سے ان کے معلوم کرنے میں کوئی روک نہیں رہتی۔ چنانچہ ایک علامت تو میں ابھی بتا چکا ہوں دوسری یہ ہے کہ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ۝ (الرحمٰن: ۲۵) کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان سمندروں میں بڑے بڑے جہاز کھڑے کئے جائیں گے۔ اب دیکھ لو دنیا میں سب سے زیادہ جہاز نہر سویز ہی سے گزرتے ہیں۔ غرض یہ باتیں بہت ہی قبل از وقت بتا دی گئیں۔ کیا کوئی انسانی عقل اور قیاس ہے جو ایسا کر سکے ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئیاں ہیں جو بہت عرصہ پہلے سنا دینے کے بعد پوری ہوئیں۔ تو خدا کی طرف سے جو الہام ہوتے ہیں ان کی یہ علامت ہوتی ہے کہ ان کے ذریعہ اس وقت کوئی بات بتلائی جاتی ہے جب کہ اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور نہ کسی انسان کے قیاس میں آسکتی ہے۔ مگر شیطانی خوابیں اس وقت آتی ہیں جب کہ علامات اور آثار کے ذریعہ قیاس کیا جا سکتا ہے گو پھر بھی بہت کم پوری ہوتی ہیں۔

ان کے امتیاز کی ایک اور بھی علامت ہے اور وہ یہ کہ شیطانی خوابیں کئی باتوں سے مرکّب نہیں ہوتیں بلکہ مفرد ہوتی ہیں۔ اور مرکّب بات کا ہی قبل از وقت بتانا زیادہ مشکل ہوتا ہے مثلاً قیاس کر کے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ زید آئے گا اور ممکن ہے کہ وہ آ بھی جائے لیکن اگر کہا جائے کہ زید آئے گا اس کے سر پر فلاں قسم کی پگڑی ہو گی پائجامہ ایسا پہنے ہوئے ہو گا تو یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ تو ان لوگوں کی خوابیں بسیط ہوتی ہیں۔ اور قیاس بسیط کبھی پورا بھی ہو جاتا

ہے اور اگر مرکّب ہوں اور کبھی پوری ہو جائیں تو پھران کا صرف ایک جزو ہی پورا ہوتا ہے اور باقی غلط ہو جاتے ہیں۔ مگر رحمانی خوابیں مرکّب ہوتی ہیں اور ان میں بتائی ہوئی ساری کی ساری باتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثال حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بیٹے عبدالحی مرحوم کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خبر دی کہ مولوی صاحب کے ہاں لڑکا ہو گا۔ یہ خبراس وقت دی گئی جب مولوی صاحب بڑھاپے کی عمر میں تھے۔ ان کی بی بی کو ایسی مرض تھی کہ اس کی وجہ سے پہلے سب بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتے تھے۔ دو تین سال سے زیادہ کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا۔ خود حضرت مولوی صاحب کی اولاد دوسری بیوی سے بھی سوائے لڑکیوں کے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتی تھی۔ ان حالات مخالف کی موجودگی میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ آپ کے ہاں بیٹا ہو گا اور اس دوسری بیوی سے ہو گا جس کی اولاد کے فوت ہونے پر دشمنوں نے ہنسی بھی کی تھی۔ اب گو اس عمر میں ہو سکتا ہے کہ اولاد بند ہی ہو جائے لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آپ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو۔ مگر اس کے ساتھ رؤیا میں یہ شرط بھی لگی ہوئی تھی کہ وہ لڑکا ہو گا۔ ہم اسے بھی سمجھ لیتے ہیں کہ قیاس سے ایسا ہو سکتا تھا۔ مگر آگے جو علامات بتائی گئی ہیں کسی قیاس سے نہیں بتلائی جا سکتیں۔ چنانچہ آپؑ کو دکھلایا گیا کہ (۱) وہ لڑکا خوش رنگ اور سانولا ہو گا (۲) خوبصورت ہو گا (۳) اس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی (۴) اس عمر سے بڑھ جائے گا جس میں پہلے بچے فوت ہوتے رہے ہیں (۵) اس کے جسم پر اور خاص کر پنڈلیوں پر پھوڑے ہوں گے (۶) وہ پھوڑے اتنی دیر تک رہیں گے کہ ان کے نشان قائم ہو جائیں گے (۷) ان پھوڑوں کا علاج بتایا گیا۔ یہ اتنی باتیں ہیں جو قیاس سے ہرگز معلوم نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ قیاس سے کوئی ایک آدھ بات ہی معلوم ہو سکتی ہے نہ کہ اس قدر باتیں۔ اور اگر قیاس سے کوئی اس قدر شرطیں لگائے گا تو ضرور وہ قیاس جھوٹا نکلے گا۔ مگر یہاں تو سب باتیں بعینہٖ درست نکلیں پس رحمانی اور شیطانی خوابوں میں یہ دوسرا امتیاز ہے۔

(۳) تیسری علامت شیطانی خواب کی پہچان کی ایک یہ بھی ہے کہ اس خواب کی تائید کسی دوسرے شخص کی خواب سے نہیں ہوتی لیکن رحمانی خواب کی تائید خدا تعالیٰ دوسری جگہوں میں بکثرت پیدا کرتا رہتا ہے اور اپنے مأموروں کی تائید میں (۱) ان کے ظاہر ہونے سے پہلے لوگوں کو خبر دیتا ہے (۲) ان کے وقت میں ایسے لوگوں کو خبر دیتا ہے جنہوں نے اس وقت تک ان

کا نام بھی نہیں سنا ہوتا (۳) ایسے لوگوں کو خبر دیتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں (۴) ایسے لوگوں کو خبر دیتا ہے جن کا مذہب ان کے مذہب سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے بعض اور بندوں کے لئے جن کو وہ چن لیتا ہے کرتا ہے مگر شیطان ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بات اقتدار کو چاہتی ہے اور شیطان کو کوئی اقتدار حاصل نہیں ہے۔ یہاں تک تو میں نے دو گروہوں کے خیالات اور اعتراضات کے متعلق بتایا ہے۔ اب رہ گئے باقی کے دو گروہ۔ ان کے خیالات کی تردید الہام اور خواب کی اس اصل حقیقت کے بیان کرنے میں ہی آجائے گی جو مجھے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے سمجھائی ہے۔ اب میں اسے بیان کرتا ہوں۔

رؤیا کی قسمیں اور ان کے مدعی

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ رؤیا تین قسم کی ہوتی ہے (۱) نفسانی (۲) شیطانی (۳) رحمانی۔ اور رؤیا کے مدعی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ جنہیں کوئی رؤیا یا خواب دکھائی نہیں دیتی مگر وہ جھوٹ بول کر کہتے ہیں کہ ہمیں دکھائی گئی ہے (۲) وہ جن کو نفسانی خوابیں آتی ہیں (۳) وہ جن کو شیطانی خوابیں آتی ہیں (۴) وہ جنہیں رحمانی خوابیں اور رؤیا دکھائی جاتی ہیں۔

ان چاروں قسم کے مدعیوں کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یوں ذکر فرماتا ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ○ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ (النجم: ۲ تا ۶) فرمایا کہ ہم بُوٹی یا ستارہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں جب وہ گر جائے کہ یہ جو مدعی نبوت کھڑا ہؤا ہے یہ گمراہ نہیں ہو گیا کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ کوئی غاوی نہیں ہے کہ اس کو کوئی الہام اور رؤیا تو ہوئی نہیں مگر یہ یونہی دعویٰ کرتا ہے کہ ہوئی ہے۔ اور اگر کہو کہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے دماغ میں نفسانی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ فرمایا یہ بھی غلط ہے یہ ہوا و ہوس کے نیچے بھی نہیں بولتا۔ نہ اپنی خواہشات کے مطابق ایسا کہتا ہے بلکہ وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

یہاں جھوٹی، قیاسی اور نفسانی خوابوں کی تردید ہو گئی۔ اب رہ گئی تیسری قسم شیطانی خواب۔ اس کے متعلق فرمایا عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی اس کو وحی شیطان کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ بڑی زبردست طاقت والے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔

تو ان آیات میں خدا تعالیٰ نے چار قسم کے مدعیوں اور تین قسم کے خوابوں کا ذکر فرمایا

ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان خوابوں کا پتہ کس طرح لگے کہ فلاں جھوٹی ہے۔ فلاں شیطانی ہے اور فلاں خدا کی طرف سے ہے۔

جھوٹی وحی کی پہچان جھوٹی رؤیا کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ○ (الحاقۃ: ۴۵ تا ۴۸) رسول کریم ﷺ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر یہ شخص اپنے پاس سے جھوٹ بنا کر الہام پیش کرتا تو ایسے لوگوں کے لئے ہم نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ایسے کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اس کی تمام طاقت زائل کر دیتے ہیں۔ یمین کا لفظ دین کے معاملات کے متعلق آتا ہے اس لئے اس کے یہ معنی ہوئے کہ اگر یہ جھوٹ بنا کر پیش کرتا تو ہم اس کی دینی قابلیتیں سلب کر لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اس رگ کے کاٹنے کے معنی صرف قتل کے نہیں بلکہ ہر قسم کی ہلاکت اور تباہی کے ہیں۔ اور خواہ کسی ذریعہ سے ہلاکت ہو وہ قطع وتین ہی ہوتی ہے تو یہ جھوٹے مدعی کی خدا تعالیٰ نے علامت بتائی ہے۔

خدائی کا دعویٰ کرنے والے کے ہلاک نہ ہونے کی وجہ بعض لوگوں کو اس معیار کے متعلق ایک غلطی لگتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ باب اور بہاء اللہ جھوٹی وحی کے مدعی تھے لیکن ہلاک نہیں ہوئے اس لئے یہ علامت درست نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ باب تو ہلاک ہؤا تھا اور بہاء اللہ پر بھی ہلاکت آئی تھی۔ لیکن اگر قطع وتین کے معنے قتل ہی لئے جائیں تو بھی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بہاء اللہ نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور یہاں خدائی کا دعویٰ کرنے والے کے ہلاک ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جھوٹی وحی بنانے والے یعنی جھوٹے نبی کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ خدائی کا مدعی تو جھوٹے نبی سے بھی زیادہ مجرم اور قابل سزا ہوتا ہے اس کو تو اس سے بھی بہت جلد ہلاک ہونا چاہئے۔ پس اس کے ہلاک نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے جھوٹے نبی بننے سے تو لوگوں کو دھوکا لگ سکتا ہے کیونکہ سچے نبی بھی انسان ہی ہؤا کرتے ہیں۔ لیکن کسی انسان کے خدائی کا دعویٰ کرنے سے کوئی دھوکا نہیں کھا سکتا کیونکہ کوئی انسان خدا نہیں ہو سکتا۔ تو چونکہ کسی کے خدا بننے سے لوگوں کو دھوکا نہیں لگ سکتا اس لئے اسے ڈھیل دی جاتی ہے۔ اور جھوٹے الہام

کے مدعی سے دھوکا لگ سکتا ہے اس لئے اس کو جلدی پکڑ لیا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ کوئی شخص خدا بن بیٹھا تھا اور اپنے ساتھ چند چیلے ملا لئے تھے جو اس کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک دن وہ اکیلا بیٹھا تھا۔ ایک زمیندار نے آکر پکڑ لیا اور یہ کہہ کر کہ تو ہی وہ خدا ہے جس نے میرے باپ کو مارا تھا مارنا شروع کر دیا۔ اسی طرح جس قدر اس کے مرے ہوئے رشتہ دار تھے ان کا نام لیتا جاتا اور پیٹتا جاتا۔ آخر اس نے اقرار کیا کہ میں خدا نہیں تب اس نے چھوڑا۔ تو خدائی کا دعویٰ کرنے والا تو بہت جلد سیدھا کیا جا سکتا ہے اور اس سے کسی کو دھوکا بھی نہیں لگ سکتا اس لئے اسے ڈھیل دی جاتی ہے۔ مگر جھوٹے نبی سے دھوکا لگ سکتا ہے اس لئے اسے فوری سزا دی جاتی ہے۔

حدیث النفس والا انسان اور ہلاکت

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث النفس والا انسان بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ مگر میرا یہ خیال نہیں ہے کیونکہ اس بیچارے کی تو عقل ہی ماری جاتی ہے اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ ہلاکت تو اس کے متعلق ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بناتا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص پاگل ہو اور وہ دعویٰ کرے کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں لیکن ہلاک نہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ پھر ایک پاگل اور سچے ملہم میں کیا امتیاز رہا تو یہ درست نہیں کیونکہ پاگل اپنی حرکت اور باتوں سے بہت جلدی شناخت کیا جا سکتا ہے۔ پس جس کی عقل ہی ٹھکانے نہیں ہوتی اس کو خدا نے پاگل پنے کی باتیں کرنے سے سزا کیوں دینی ہے پھر لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا میں صاف ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ بناتے ہیں۔ پاگل بیچارہ تو ایسا نہیں کرتا اس لئے اس وعید کے نیچے کیونکر آسکتا ہے۔

حدیث النفس کی پہچان

یہ میں نے جھوٹے الہام اور خواب بنانے والے کی علامت بتائی ہے۔ اب رہی حدیث النفس والے کی پہچان۔ اس کا ثبوت میں پہلے دے آیا ہوں کہ ڈاکٹروں نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے نفس سے ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق ایک پختہ علامت یاد رکھنی چاہئے۔ بعض دفعہ ایسے لوگوں کو بھی جو کامل مؤمن نہیں ہوتے ایسی خوابیں آجاتی ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ رسول کریم ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہؤا تھا اور ہمارے لئے اس کی تصدیق بھی ہو گئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے تھے کہ مجھے بھی کبھی نہیں ہؤا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے ایک دفعہ مسجد میں اس

کا مرض کے طور پر ذکر تھا تو آپ نے حضرت خلیفہ اول سے پوچھا تھا کہ یہ کس طرح ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اپنے مأموروں کو شیطان کے دخل سے محفوظ رکھتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے انہیں اور نظاروں اور کشوف کے دیکھنے میں کسی قسم کا شک نہ پیدا ہو۔ تو حدیث النفس کے پہچاننے کی یہ ایک بہت پختہ علامت ہے کہ اس کا نقشہ نہایت باریک ہوتا ہے اور اس کے نظارہ کے سامنے آنے میں بہت سرعت اور تیزی ہوتی ہے۔ اس پر اچھی طرح نظر نہیں جم سکتی۔ آناً فاناً اس کا نقشہ اور رنگ بدلتا رہتا ہے۔ دوسرے ایسی خوابوں میں خواب دیکھنے والے شخص کی خواہشات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی خواب کے پرکھنے کے لئے اس کی خواہشات' خیالات اور اس کے کاروبار کو دیکھنا چاہئے۔ اس طرح ایسی خوابوں کا کھوج نکل آتا ہے اور اصلیت معلوم ہو جاتی ہے اور ہر انسان اپنی خواب کے متعلق معلوم کر سکتا ہے کہ وہ حدیث النفس تو نہیں ہے۔

شیطانی خواب کی پہچان

تیسری قسم شیطانی خواب ہے اس کے پہچاننے کے چند ایک ذرائع ہیں اول یہ کہ یہ خواب اس قسم کی ہوتی ہے کہ اس میں زیادہ روشنی نہیں ہوتی کیونکہ شیطان کو انسان پر پورا تسلط نہیں ہے اس لئے اس کی طرف سے جو بات دکھائی جاتی ہے اس کا نقشہ واضح اور صاف نہیں ہوتا۔

دوم اس میں ایسی سرعت اور تیزی ہوتی ہے کہ وہ قلب پر اثر نہیں کرتی۔ خدا کی طرف سے جو وحی ہوتی ہے اس میں بھی سرعت ہوتی ہے مگر وہ دل پر نقش ہوتی جاتی ہے۔

سوم اگر اس خواب پر غور کیا جائے تو کوئی نہ کوئی بات ایسی مل جاتی ہے جس سے اس کا دین کے لئے مُضِر ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان تو انسان سے اپنا مطلب نکالنے آتا ہے۔ ورنہ اسے کیا ضرورت ہے کہ آئے۔ مگر اس کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ایسا چالاک اور فریبی ہے کہ کبھی نیک بات بتا کر بھی دھوکا دیا کرتا ہے۔ اس لئے سوچ لینا چاہئے کہ یہ جو نیک بات بتائی گئی ہے اس سے کوئی بڑی نیکی تو ہاتھ سے نہیں جاتی۔ حضرت خلیفہ اول سناتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب ؒ کی ایک بیٹی تھیں۔ انہوں نے وظائف پڑھنے شروع کئے تو ایسا مزہ آیا کہ پہلے نوافل چھوڑ دیئے۔ پھر سنتیں بھی چھوڑ دیں۔ ایک دن ان کے بھائی نے ان کی حالت کو دیکھا تو بہت افسوس ہؤا۔ بہت سمجھایا مگر کچھ اثر نہ ہؤا۔ آخر انہوں نے ایک خاص طریق پر لاحول کا وظیفہ پڑھنے کے لئے ان کو بتایا۔ اس کے بعد ایک دن وہ آئے تو کیا دیکھا کہ وہ سنتیں

پڑھ رہی ہیں۔ پوچھا یہ کیا؟ کہنے لگیں آج میں آپ کے بتائے ہوئے طریق پر لاحول پڑھ رہی تھی کہ شیطان بندر کی شکل میں آیا اور کہنے لگا کہ تم بچ گئیں۔ اگر تم یہ وظیفہ نہ پڑھتیں تو اب میں تم سے فرض چھڑانے والا تھا۔ تو شیطان کبھی چالاکی کرتا ہے اور ایک نیکی کی تحریک کرتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل اس کے ذریعہ کسی بڑی نیکی سے محروم رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے یہ بات ضرور مدّنظر رکھنی چاہئے۔

رحمانی خوابوں کی پہچان

اب رہ گئیں رحمانی خوابیں یہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے سہولت اور آسانی سے سمجھانے کے لئے انہیں تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ مگر میں اور زیادہ واضح کرنے کے لئے زیادہ درجوں میں تقسیم کر کے بتاتا ہوں۔ میں ان کو سات درجوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

پہلی قسم کی خواب تو وہ ہوتی ہے جسے رحمت کی خواب کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جیسے بچوں کو عطا کے طور پر کوئی چیز دی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی عطا کے طور پر دی جاتی ہے۔ اور یہ ہر مذہب و ملت کے پیرو کو آجاتی ہے۔ اس میں خواب دیکھنے والے کی نہ کوئی بڑائی ہوتی ہے نہ چھٹائی۔ نہ عزت نہ ذلت۔

دوسری قسم کی خواب ابتلاء کی خواب ہوتی ہے۔ یہ آزمائش کے لئے آتی ہے۔

تیسری قسم کی وہ خواب ہے جس کا حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کے ماتحت میں جبیزی خواب نام رکھتا ہوں۔ یہ اسی طرح آتی ہے جس طرح کھانا کھاتے ہوئے کتے کے آگے بھی ٹکڑا ڈال دیا جاتا ہے۔

چوتھی قسم کی خواب وہ ہے جس کا نام دلداری کی خواب رکھتا ہوں۔ یعنی دکھے ہوئے دل پر مرہم کے طور پر یا خواہش مند قلب کو سکون کے لئے دکھائی جاتی ہے۔

پانچویں قسم کی خواب کا نام تحضیضی خواب رکھتا ہوں۔ تحضیض کے معنی کسی کام کے لئے اکسانا اور آمادہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ چسکہ ڈالنے کے لئے آتی ہے۔

چھٹی قسم کی خواب تبشیری خواب ہے۔ یہ اس لئے ہوتی ہے کہ جب کسی مؤمن پر خدا کا فضل ہونا ہوتا ہے اور اسے اعلیٰ مقام پر پہنچانا ہوتا ہے تو پہلے اس کے لئے درمیانی دروازہ کھولا جاتا ہے تاکہ یک لخت ایک اعلیٰ مقام کو دیکھ کر حیرت اور استعجاب نہ پیدا ہو اور حواس مختل نہ ہوں۔ تو یہ اس اعلیٰ درجہ سے مانوس کرنے کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اندھیرے سے

نہایت تیز اجالے میں لے جانے کے لئے پہلے کم اجالے کی جھلک دکھلائی جائے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک درجہ کے بعد جو دوسرا درجہ ملتا ہے ان میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا اندھیرے اور اجالے میں ہوتا ہے۔ اس لئے احتیاط کی جاتی ہے تاکہ چکا چوند نہ پیدا ہو۔

ساتویں قسم مکالمہ خاص ہے۔ یعنی صرف ان لوگوں کو ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کر چکے ہوتے ہیں اور ہر قسم کے ارتداد اور ابتلاء سے ایسے محفوظ ہو چکے ہوتے ہیں کہ خدا ان کے پیچھے ایک مضبوط دیوار کھینچ دیتا ہے کہ وہ ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ سکتے اور شیطان ان پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے خدا کی رحمت ہی رحمت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں سے خدا جو کلام کرتا ہے وہ مکالمہ خاص کہلاتا ہے۔ آگے اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو غیر مأموروں سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری وہ جو مأموروں اور خدا کے نبیوں کے متعلق ہے۔ چیز تو وہ بھی وہی ہوتی ہے جو مأموروں کو دی جاتی ہے لیکن ان میں ضعف اور شدت اور قلت اور کثرت کا فرق ہوتا ہے۔

تو خواب کے یہ سات درجے ہیں۔ اب میں ان میں سے ہر ایک کے متعلق الگ الگ بتاتا ہوں۔ لیکن پہلے کچھ اور تشریح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ یہ پتہ لگ سکے کہ فلاں خواب کس قسم کی ہے۔

رحمت کی خواب

پہلے میں رحمت کی خواب کے متعلق بتاتا ہوں۔ یہ خواب جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ ہر مذہب و ملت کے انسان کو آسکتی ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ جس شخص کو آتی ہے اس کی اس میں کسی بڑائی کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ محض واقعہ اور خبر کے طور پر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی خواب میں گوشت ہاتھ میں دیکھے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ کوئی تکلیف اس پر آئے گی۔ یا ران لٹکی ہوئی دیکھے تو یہ مفہوم ہو گا کہ اس کا کوئی عزیز مر جائے گا۔ یا اگر چمکتے ہوئے دانت ہاتھ میں گرتے دیکھے تو کوئی خوشی حاصل ہو گی۔ اور اگر زمین پر گرتے دیکھے تو عزت کا نقصان اور اَعزّہ کی موت پر دلالت کرے گی۔ یہ اس قسم کی باتیں ہیں کہ جن میں اس کی بڑائی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ان خوابوں میں کسی عظمت اور بڑائی کا ذکر نہیں ہوتا۔ اب سوال ہوتا ہے کہ پھر یہ کیوں ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا لوگوں کو معلوم ہوتا رہے کہ خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اس قسم کی خوابیں جہاں کسی بڑائی اور عظمت کی خبر نہیں دیتیں وہاں موجب ابتلاء بھی نہیں ہوتیں۔ پھر ان کی ایک اور بھی غرض ہوتی ہے اور وہ

یہ کہ عام طور پر کسی صادق اور راست باز کی تائید میں دکھائی جاتی ہیں تاکہ اس کو قبول کرلیا جائے۔ اور یہ بھی رحمت ہی ہے کہ مأمور کے قبول کرنے کی اطلاع دی جائے۔

ابتلاء کی خواب

دوسرے وہ خوابیں جو ابتلاء کے لئے آتی ہیں۔ یہ بہت خطرناک ہوتی ہیں۔ اور ان کی حقیقت نہ سمجھنے سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو خوب غور سے سنو اور سمجھو۔

یہ ایسی خوابیں ہوتی ہیں کہ ایک انسان بظاہر متقی اور نیک ہوتا ہے عبادتیں کرتا ہے۔ احکام شریعت پر چلتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں پوشیدہ طور پر اپنی بڑائی کا خیال بھی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ خیال ایسا پوشیدہ اور نہاں در نہاں ہوتا ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا۔ تو ایسا انسان بظاہر انکسار کا پتلا نہایت عبادت گزار اور متقی نظر آتا ہے۔ مگر اس کے دل کے کسی کونہ میں عُجب اور تکبر کی آلائش ہوتی ہے جو بڑھتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کسی وقت خیال کرنے لگ جاتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ میرا بھی کوئی حق ہے۔ ایسا انسان جب اپنی ظاہرہ نیکی پر پھولتا اور تکبر میں آتا ہے تو ابتلاء میں ڈالا جاتا ہے۔ اس وقت کبھی اسے آواز آتی ہے کہ تو عیسیٰؑ ہے۔ کبھی یہ سنائی دیتا ہے کہ تو موسیٰؑ ہے۔ کبھی یہ کہ تو ابراہیمؑ ہے اور کبھی یہ کہ تو محمدؐ ہے اور آج کل کبھی یہ آواز آجاتی ہے کہ تو مسیح موعودؑ ہے' اس کا بروز ہے' اس کا موعود ہے۔ غرض اس قسم کی آوازیں اسے آنے لگ جاتی ہیں اور وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہیں نہ کہ شیطان کی طرف سے۔ اور اس وجہ سے بالکل درست ہوتی ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان رؤیا کا آنا یا الہامات کا ہونا ابتلاء کے طور پر ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس کا جواب جو کچھ صوفیاء نے دیا ہے اور جو نہایت سچا جواب ہے میں آپ کو سناتا ہوں۔ فتوحات مکیہ میں محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ ایک وقت انسان پر ایسا آتا ہے جب کہ اس کے لئے ترقیات کے دروازے کھلنے والے ہوتے ہیں۔ اس وقت اس کی سخت خطرناک طور پر آزمائش کی جاتی ہے اور بہت کم ہوتے ہیں جو اس میں پورے اترتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ایسے انسان کو ایسے مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے جہاں سے وہ محمدؐ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ عیسیٰؑ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو کچھ خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے وہ بھی سنتا ہے۔ اور بعض دفعہ اس سے دھوکا کھا کر اپنے آپ کو مخاطب سمجھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو ان ناموں کا مصداق سمجھ لیتا ہے اور اپنی ذات کو مخاطب قرار دے لیتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنی ذات پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ میں کہاں اور یہ نام کہاں۔ پنجابی

میں کہتے ہیں۔

"ایہہ منہ تے مسراں دی دال"

یعنی یہ منہ اور مسور کی دال۔ تو وہ اگر اپنے آپ کو دیکھے اور اپنی حالت پر نظر کرے تو اسے صاف پتہ لگ جائے کہ مجھے مخاطب نہیں کیا جارہا بلکہ ان ناموں کے مخاطب کوئی اور ہی ہیں۔ کیونکہ وہ صفات جو ان ناموں کے انبیاءؑ میں پائی جاتی ہیں وہ اس میں نہیں ہوتیں۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مخاطب نہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ ان ناموں کے ساتھ ان ناموں والوں کے علوم اور ان کی صفات مجھے کیوں نہ دیتا۔

بعض دفعہ اس قسم کے الہامات حدیث النفس بھی ہوتے ہیں اور شیطانی بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسا ہی شخص حضرت مسیح موعودؑ کے وقت یہاں آیا اور کہنے لگا مجھے خدا کہتا ہے کہ تو محمدؐ ہے تو ابراہیمؑ ہے تو موسیٰؑ ہے تو عیسیٰؑ ہے اور مجھے خدا عرش پر اپنی جگہ پر بٹھاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کہا کیا جب تمہیں محمدؐ کہا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے علوم اور صفات بھی تم میں آجاتے ہیں اور پھر جب تمہیں عرش پر بٹھایا جاتا ہے تو علم غیب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ کہنے لگا ہوتا تو کچھ بھی نہیں یونہی آواز آتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا تو یہ شیطان ہے جو تم سے ہنسی اور ٹھٹھا کر رہا ہے۔ ورنہ اگر خدا کی طرف سے واقعہ میں تمہیں مخاطب کیا جائے تو پھر یہ باتیں کیوں نہ حاصل ہوں۔

ہمارے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ہیں۔ انہوں نے ایک ، ایسے ہی شخص کو نہایت اچھا جواب دیا تھا۔ یہ شخص کہتا کہ مرزا صاحب مسیح تھے اور میں مہدی ہوں۔ اس لئے حضرت خلیفہ اول کو میری بیعت کرنی چاہئے نہ کہ مجھے ان کی۔ مجھے خدا تعالیٰ ہر وقت مخاطب کر کے کہتا ہے کہ او مہدی۔ او مہدی۔ مولوی صاحب نے اسے کہا کہ دیکھو میں اور تم دونوں بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی آواز دے۔ مولوی صاحب تو کیا تم اس کے پاس جاؤ گے؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیوں؟ وہ کہنے لگا میں سمجھ لوں گا مجھے نہیں بلایا گیا کیونکہ میں مولوی نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا جب تمہارے کان میں او مہدی کی آواز آتی ہے تو اس وقت یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ مجھے نہیں آواز دی گئی بلکہ جو مہدی ہے اسے ہی دی گئی ہے۔ وہ نیک آدمی تھا۔ یہ سن کر فوراً مان گیا کہ واقعی میرا قصور تھا۔ میں غلطی سے اپنے آپ کو مہدی سمجھنے لگ گیا تھا۔

تو لکھا ہے کہ ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ انسان کو ایسی جگہ کھڑا کیا جاتا ہے جہاں وہ آواز سن

لیتا ہے۔ اس وقت اگر وہ اپنی حالت پر قائم رہے اور تکبر میں مبتلاء نہ ہو تو اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور اگر قائم نہ رہے اور تکبر میں گرفتار ہو جائے تو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ پس اس قسم کی خواب ابتلاء کی خواب ہوتی ہے اور آزمائش کے طور پر آتی ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ جب اس قسم کی خواب کسی کو آئے یا الہام ہو تو ایسا شخص دیکھے کہ مجھے اس کے مطابق صفات اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں دی گئیں تو میں اس کا مصداق نہیں ہوں بلکہ کوئی اور ہے۔

کیونکہ اگر خدا میرا نام رکھتا تو وہ ضرور اس کے مطابق صفات بھی دیتا۔ مگر یہ جو یونہی مجھے آواز آتی ہے اور دیا دلایا کچھ بھی نہیں جاتا۔ معلوم ہوتا ہے یہ آواز ہی میرے متعلق نہیں بلکہ کوئی اور مخاطب ہے اور آواز میرے کان میں بھی پڑ رہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو آواز دے کہ لے بھائی کھانا لے اور ایک سننے والا دیکھے کہ اسے کچھ نہیں ملا۔ تو یہ فوراً سمجھ لے گا کہ یہ بھائی کہہ کر کسی اور ہی کو پکارا گیا ہے۔ اسی طرح جب خدا کی طرف سے کسی کو کوئی ایسی آواز آئے جس کے مطابق وہ اپنے آپ کو نہ پاتا ہو تو سمجھ لے کہ میرے متعلق نہیں بلکہ کسی اور کے متعلق ہے۔

جبیزی خواب

تیسری قسم خوابوں کی جبیزی ہے یہ ایسے لوگوں کو آتی ہے جو نیک اور متقی نہیں ہوتے بلکہ بندہ نفس ہوتے ہیں۔ مگر دوسروں کے الہام اور رؤیا سن کر خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں بھی رؤیا ہوں الہام ہوں۔ ان کی سخت خواہش کو دیکھ کر جس طرح کھانا کھاتے ہوئے کتے کو کچھ پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح ان کو بھی کچھ دے دیا جاتا ہے۔ جیسے چراغ دین جمونی کو الہام ہؤا تھا اور وہ سمجھ بیٹھا تھا کہ میں بھی کچھ بن گیا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔ ایسے لوگوں کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے جیسے ایک بھوکا آکر کسی کو کہے کہ مجھے کچھ کھانے کو دو اور اپنے ہاں ٹھہرنے دو۔ مگر جب اسے ٹھہرنے دیا جائے تو صبح اٹھ کر مالک مکان کے ملازموں سے لڑنا شروع کر دے کہ مہمانوں کی ایسی ہی عزت کی جاتی ہے تم نے میری خبر ہی نہیں لی۔ یہ لوگ بھی پہلے تو گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے ہیں کہ ہمیں بھی کوئی الہام اور خواب ہو۔ اور جب ہو جاتی ہے تو خدا کے راست بازوں کا مقابلہ شروع کر دیتے ہیں اور شور مچا دیتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری خدمت کیوں نہیں کرتے۔ ہماری باتیں کیوں نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم کریم ہے اس لئے ان کی خواہش

کو دیکھ کر کچھ دے دیتا ہے مگر وہ اس سے بگڑ جاتے ہیں۔

دل داری کی خواب

چوتھی قسم دلداری کی خواب ہے۔ یہ ہمیشہ مؤمن اور نیک آدمی کو آتی ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ وہ کسی خاص مقام پر پہنچ جاتے ہیں بلکہ اس لئے کہ جب وہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے خواہش کرتے ہیں کہ خدا ہم سے کلام کرے تو خدا ان کی دلداری کے لئے ان سے کلام کرتا ہے تاکہ وہ اور زیادہ محبت اور اخلاص میں بڑھیں۔ ایسے لوگوں کی مثال اس سائل کی سی ہوتی ہے جو ایک دعوت میں چلا جائے اور اسے کچھ دے دیا جائے۔ گو کبھی ایسے سائل کو مہمان سے زیادہ بھی دے دیا جاتا ہے لیکن اس کا حق نہیں ہوتا کہ جن لوگوں کی دعوت کی گئی ہو ان میں سے ہونے کا دعویٰ کرے۔ پس ایسے لوگوں کا بھی یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو مأموروں اور خاص لوگوں میں سمجھیں۔

تحضیضی خواب

پانچویں قسم تحضیضی خواب کی ہے۔ یہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ مؤمن ایک خاص مقام پر پہنچ جاتا ہے تو خدا اسے اور آگے لے جانے کے لئے کچھ رؤیا دکھاتا یا الہام کرتا ہے اور اعلیٰ مقامات کی سیر کراتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ ان اعلیٰ مقامات کا رہنے والا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ ان اعلیٰ مقامات کی سیر کر کے ان کے فضائل سے آگاہ ہو اور ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ چونکہ انسانی اندازے بہت محدود ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض انسان ایک مقام پر پہنچ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہی انتہاء ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ آخری انسان جب جنت میں جانے لگے گا تو خدا تعالیٰ اسے دوزخ سے نکال کر دوزخ کی طرف اس کا منہ کر کے کھڑا کر دے گا۔ اس پر وہ خواہش کرے گا کہ میرا منہ اس طرف سے ہٹا دیا جائے۔ جب وہ ہٹا دیا جائے گا تو وہ اسی کو اپنے لئے کافی سمجھے گا۔ لیکن اس سے کچھ فاصلہ پر خدا تعالیٰ ایک درخت پیدا کر دے گا۔ اسے دیکھ کر وہ عرض کرے گا کہ مجھے اس درخت کے نیچے کھڑا ہونے کی اجازت دی جائے۔ جب اجازت دی جائے گی تو وہ سمجھے گا کہ یہ مجھے بہت بڑی نعمت حاصل ہو گئی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے پرے ایک اور درخت نکلے گا جس کا سایہ پہلے کی نسبت آرام دہ اور اچھا ہو گا۔ اس وقت وہ کہے گا کہ مجھے وہاں جانے کی اجازت دی جائے۔ اسے کہا جائے گا اچھا وہاں چلے جاؤ لیکن پھر نہ کچھ مانگنا۔ وہ اسی کو بڑی بات سمجھ لے گا اور آئندہ سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا۔ لیکن جب وہاں جائے گا تو ایک اور درخت نظر آئے گا جس کا سایہ اس سے بھی اچھا ہو گا۔

پھر وہاں جانے کی خواہش کرے گا۔ حتیٰ کہ اسی طرح ہوتے ہوتے اسے جنت کے قریب کر دیا جائے گا اور جنت کا نظارہ اسے نظر آنے لگے گا۔ اس وقت وہ کہے گا مجھے جنت کے دروازہ پر کھڑا کر دیا جائے پھر میں کوئی سوال نہ کروں گا۔ لیکن جب وہاں کھڑا کر دیا جائے گا تو پھر اندر داخل ہونے کی خواہش کرے گا۔ اس وقت اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مانگ جو کچھ مانگتا ہے۔ اس پر وہ سوال کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے اور مانگنے کے لئے کہے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے علم کے مطابق سب کچھ مانگ لے گا۔ اس پر خدا تعالیٰ کہے گا کہ یہ سب کچھ تجھے دیا اور اس کے علاوہ یہ یہ کچھ بھی۔ (مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ و اخراج الموحدین من النار باب اٰخر اھل النار خروجا باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا) تو یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کرنے کا طریق ہے۔ ورنہ اگر اسے دوزخ سے نکالتے وقت ہی کہا جاتا کہ جو تجھے مانگنا ہے مانگ لے۔ تو وہ بیچارہ دوزخ سے نکل کر باہر کھڑا ہونا ہی مانگتا۔ کیوں کہ اور نعمتوں کا اسے پتہ ہی نہ تھا۔ لیکن یہ ساری نعمتیں دکھلا کر اس سے کہا جائے گا کہ اب مانگ جو کچھ مانگنا ہے۔

تو یہ بندہ پر خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ جب وہ ایک مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے آگے بڑھنے کا جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے لئے اسے آگے کے نظارے دکھلائے جاتے ہیں۔

تبشیری خواب

چھٹی قسم تبشیری خواب کی ہے۔ اس کے متعلق میں بتا چکا ہوں کہ یہ اس غرض کے لئے آتی ہے کہ انسان کو اگلے مقام پر جانے کے لئے تیار کرے۔ ساتویں قسم مکالمہ خاص ہے۔ جو مأموروں اور غیر مأموروں دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مکالمہ میں کثرت اور قلت، شدت اور ضعف کا فرق ہوتا ہے ورنہ چیز ایک ہی ہوتی ہے جیسے آم تو ہر قسم کے آم کا نام ہے۔ لیکن ایک سیر سیر کے ہوتے ہیں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے۔ پھر ایک زیادہ میٹھے ہوتے ہیں اور دوسرے کم۔ مأموروں اور غیر مأموروں کے مکالمہ میں کثرت اور قلت کا فرق ہوتا ہے۔ ورنہ دونوں پر غیب مصفّٰی کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔

الہام کی خواہش کرنے سے کیوں منع کیا گیا

اس موقع پر میں ایک اور بات بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض جگہ لکھا ہے کہ رؤیا اور الہام پانے کی خواہش نہ کرو۔ قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہیں کتنے الہام ہوئے۔ مگر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ چونکہ

مجھے کثرت سے غیب کی خبریں دی گئی ہیں اس لئے میرا درجہ اس امت کے لوگوں سے بڑا ہے اور یہ درجہ مجھ سے پہلے اس امت میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ بظاہران دونوں باتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آپ کا درجہ اس لئے بڑا ہے کہ آپ کو کثرت سے غیب کی خبریں بتائی گئی ہیں تو پھر دوسروں کو کیوں اس کی خواہش کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے انسان جو خدا کے مأمور ہوتے ہیں ان کے پیچھے ایک دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور وہ ذرہ بھر بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ اگر وہ اپنی تعریف کرتے ہیں یا اپنی فضیلت دوسروں پر جتلاتے ہیں تو اس سے ان میں کبھی عُجب اور تکبر نہیں پیدا ہوتا جو انسان کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنی تعریف کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اپنی ذات کو بڑا بناتے ہیں بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کریں۔ اسی طرح اگر اپنی کوئی فضیلت ظاہر کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اپنے تکبر کا اظہار کریں بلکہ اس لئے کہ خدا کی قدرت اور طاقت کی طرف توجہ دلائیں۔ اس لئے ان کا ایسا کرنا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ لیکن دوسرے لوگ اس طرح کرنے سے ہلاک اور برباد ہو جاتے ہیں۔ پس جب تک کسی کو مکالمہ کا خاص درجہ حاصل نہ ہو اور وہ خاص درجہ محدثیت و صدیقیت یا مأموریت و نبوت کا درجہ ہے اس وقت تک خطرہ ہے کہ ایسا شخص خوابوں اور الہاموں پر فخر کر کے عُجب کی مرض میں گرفتار ہو جاوے اور اس طرح بجائے ترقی کے الہام اسے اسفل السافلین میں گرانے کا موجب ہو جائیں۔ پس چونکہ الہامات اور رؤیا کے ساتھ ایک خطرہ بھی لگا ہؤا ہے اس لئے ان کی خواہش کرنے سے روکا ہے تا ایسا نہ ہو کہ انسان اپنے ہاتھوں خود ہلاکت کے گڑھے میں گر جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص نیک اور متقی ہو مگر اس پر شیطان ضرور حملہ کرے گا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے جب تک وہ مقام نہ حاصل ہو جس پر پہنچنے کے بعد انسان شیطان کے حملہ سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے اس وقت تک خوابوں اور الہامات کی خواہش کرنی گویا ہلاکت میں پڑنا ہے۔ اور جب وہ حالت آتی ہے تو پھر اس کی خواہش کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ الہامات کا دروازہ خود بخود اس پر کھل جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے شخص کی مثال موجود ہے جس کو الہام ہوتے تھے۔ مگر اس کے دل میں عُجب پیدا ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (الاعراف : ۱۷۶-۱۷۷) یعنی ان کو اس

شخص کی خبر پڑھ کر سناؤ جس پر خدا تعالیٰ نے اپنا کلام نازل کیا مگر وہ کلام الٰہی سے علیحدہ ہو گیا۔ کیونکہ شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا۔ اور وہ ہلاک شدوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان الہامات کے ذریعہ سے اس کے درجہ کو بلند کر دیتے۔ لیکن وہ خود زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو الہام ہوتا تھا اور یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ مقبول بھی تھا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۝ یعنی جس طرح وہ کام کر رہا تھا اسی طرح کرتا رہتا تو ہم اسے ضرور رفعت دیتے لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی ہوا و ہوس کے پیچھے پڑ گیا اس لئے تباہ ہو گیا۔ تو چونکہ رؤیا کی کثرت سے بعض دفعہ انسان میں عُجب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لئے رؤیا کی خواہش سے حضرت صاحبؑ نے روک دیا ہے۔ ورنہ حضرت صاحبؑ کا یہ مطلب نہیں کہ رؤیا خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے کوئی فضل نہیں۔

اس خواہش سے روکنے کا ایک اور بھی سبب ہے اور وہ یہ کہ رؤیا اور الہام اصل نہیں ہیں بلکہ اصل چیز خدا تعالیٰ کا قرب ہے۔ رؤیا اور الہام اس قرب کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔ پس بندہ کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کی خواہش کرے نہ کہ رؤیا اور الہام کی جو کہ قرب کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔ ایسا شخص جو رؤیا اور الہام کی خواہش کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کے قرب کو ایک کم حیثیت شئے قرار دیتا ہے۔ اور نیتوں کے فرق سے اعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے اوپر نازل کرتا ہے۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ ہر شخص جو اپنے دوست کے ہاں جاتا ہے وہ اس کی کچھ نہ کچھ حسب توفیق خاطر کرتا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس کے لئے عمدہ کھانے پکاتا ہے۔ اب ایک شخص ایک دوسرے شخص کے ہاں اس کی محبت کے لئے جائے اور ساتھ اس کے پیش کردہ کھانے بھی کھائے اور ایک شخص کھانے کی نیت سے جائے تو دونوں شخصوں نے گو کام تو ایک ہی کیا ہے مگر نیتوں کے فرق کی وجہ سے دونوں کے کام میں فرق ہو گیا ہے۔ ایک شخص اعلیٰ اخلاق والا قرار دیا جائے گا اور دوسرا کمینہ۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اِس نے بھی کھانا کھایا ہے اُس نے بھی پھر وہ کمینہ کیوں ہے۔ اسی طرح بے شک الہامات ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہیں اور ان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اپنے بندے سے اپنے تعلق کا اظہار کرتا ہے۔ مگر ان کی خواہش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص کا کسی دوست کے پاس اس نیت سے نہ جانا کہ میں اس سے ملوں بلکہ اس لئے کہ وہ مجھے

اچھے کھانے کھلائے۔ پس اس خواہش میں چونکہ قرب الٰہی کی ہتک ہے اس لئے اس کو ناپسند کیا گیا ہے۔ گو اس میں کوئی شک نہیں کہ الہامات قرب الٰہی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔ جس طرح کہ مہمان کے لئے عمدہ کھانا تیار کرنا محبت اور اخلاص کی علامت ہے۔

اب دو باتیں اور بیان کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ صادق رؤیا کے پہچاننے کے کیا ذرائع ہیں۔ دوسری یہ کہ مکالمہ خاص کی شناخت کرنے کے کیا طریق ہیں۔

الہام کی صداقت معلوم کرنے کے طریق

(ا) الہام' کشف' رؤیا اور خواب خواہ کسی رنگ میں ہوں ان کی صداقت کی ایک پہچان یہ ہے کہ ان میں کبھی خلاف شریعت کوئی بات نہیں بتلائی جاتی۔ اگر کسی کو کوئی ایسا الہام' خواب یا رؤیا ہو تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے سچے ہونے کی ایک علامت ہاتھ آگئی ہے۔ گو اس کی صداقت کی اور بھی دلیلیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ایسی خواب حدیث النفس ہی ہو تاہم یہ بھی ایک دلیل ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اس کے اندر ایسی بات بتلائی جاتی ہے جس سے قدرت خداوندی ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی آثار اور علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے بتائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق میں رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی مثالیں بیان کر چکا ہوں اب ایک اپنا واقعہ سناتا ہوں۔

اسی سال ایک معاملہ کے متعلق جو گورنمنٹ کے ساتھ تھا ایسا واقعہ ہؤا کہ کمشنر صاحب کی چٹھی میرے نام آئی کہ فلاں امر کے متعلق میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے آج کل اتنا کام ہے کہ میں گورداسپور نہیں آسکتا اور قادیان سے قریب تر جو میرا مقام ہے وہ امرتسر ہے یہاں اگر آپ آسکیں تو لکھوں۔ اس چٹھی میں معذرت بھی کی گئی کہ اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں گورداسپور ہی آتا لیکن مجبور ہوں۔ اس چٹھی کے آنے سے تین دن بعد مجھے رؤیا ہوئی کہ میں کمشنر صاحب کو ملنے کے لئے گورداسپور جا رہا ہوں اور یکوں وغیرہ کا انتظام ڈاکٹر رشید الدین صاحب کر رہے ہیں۔ لیکن جس دن میں نے رؤیا دیکھی اس دن ڈاکٹر صاحب قادیان میں موجود نہیں تھے بلکہ علی گڑھ گئے ہوئے تھے۔ اور اسی رات کی صبح کو کمشنر صاحب کی چھٹی آگئی جو بلا کسی ہماری تحریک کے تھی کہ مجھے کچھ کام گورداسپور بھی نکل آیا ہے اگر آپ کو امرتسر آنے میں تکلیف ہو تو میں فلاں تاریخ کو گورداسپور آرہا ہوں آپ وہاں آجائیں۔ اس چٹھی

سے ایک حصہ تو پورا ہو گیا مگر دوسرا حصہ باقی تھا اور وہ ڈاکٹر صاحب کی موجودگی تھی۔ ڈاکٹر صاحب ایک مہینہ کے ارادہ سے علی گڑھ اپنی چھوٹی لڑکی کی ٹانگ کا آپریشن کرانے کے لئے گئے تھے اور ابھی ان کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر دوسرے دن ہمیں گورداسپور جانا تھا کہ اتنے میں ڈاکٹر صاحب آگئے۔ اور بیان کیا کہ جس ڈاکٹر نے آپریشن کرنا تھا اسنے ابھی ٹانگ کاٹنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایسا کرنا سرجری کی شکست ہے میں پہلے یونہی علاج کروں گا۔ اس لئے میں نے سردست ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس آگیا ہوں (گو چند ماہ بعد اس ڈاکٹر کو مجبوراً ٹانگ کاٹنی پڑی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پہلی تحریک محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی) غرض اس طرح دوسرا حصہ بھی پورا ہو گیا۔ اب دیکھو یہ ایک مرکّب خواب تھی اور اس وقت آئی تھی جب حالات بالکل خلاف تھے۔ کیوں کہ کمشنر صاحب کی چٹھی آچکی تھی کہ میں اس ضلع میں اس وقت نہیں آسکتا۔ اور کوئی انسانی دماغ اس بات کو تجویز نہیں کر سکتا تھا کہ فوراً وہاں ان کو کام پیدا ہو گا اور پھر وہ اس کی اطلاع دے کر امرتسر آنے سے روک دیں گے اور ادھر ڈاکٹر صاحب بھی غیر متوقع طور پر واپس آجائیں گے۔ اس خواب کے جس قدر جزو ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ایسے وقت میں بتائے گئے ہیں کہ جب کہ ان کی تائید میں کوئی سامان موجود نہ تھا۔ بلکہ ایسے وقت میں بتائے گئے جب کہ ان کے خلاف سامان موجود تھے۔

تو اخبار غیبیہ کے لئے شرط نہیں ہے کہ مأموروں کو ہی بتائی جائیں۔ اوروں کو بھی بتائی جاتی ہیں۔ اور ان کے منجانب اللہ ہونے اور قیاسی نہ ہونے کی ایک بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مرکّب ہوتی ہیں اور ہر ایک جزو ان کا پورا ہو جاتا ہے۔

تیسری علامت رؤیا کی یہ ہے کہ ایسی خبریں آثار اور علامات کے ظاہر ہونے سے بھی پہلے بتائی جاتی ہیں۔ پس جب ایسا ہو تو اس کو قیاس اور حدیث النفس نہیں کہا جا سکتا۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ خواب کے ذریعہ نئے نئے علوم سکھلائے جاتے ہیں۔ شیطان میں نئے علوم سکھلانے کی طاقت نہیں اور نہ ہی نفس کو یہ طاقت ہے کہ جو باتیں اسے معلوم ہی نہیں وہ بتا دے۔ تو جس خواب کے ذریعہ سے نئے علوم معلوم ہوں سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نئے علوم کی تازہ مثال حضرت مسیح موعودؑ کا واقعہ ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ عربی میں عید کا خطبہ پڑھیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم دیا جائے گا۔ آپ نے اس سے پہلے کبھی عربی میں تقریر نہ کی تھی۔ لیکن جب تقریر کرنے کے لئے آئے اور تقریر

شروع کی تو مجھے خوب یاد ہے گو میں چھوٹی عمر میں ہونے کی وجہ سے عربی نہ سمجھ سکتا تھا مگر آپ کی ایسی خوبصورت اور نورانی حالت بنی ہوئی تھی کہ میں اول سے آخر تک برابر تقریر سنتا رہا۔ حالانکہ ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔ تو ایسی خواب جس میں زائد علم دیا جائے وہ ضرور رحمانی ہوتی ہے۔ اور میں نے خود اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے کہ رؤیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیا علم دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب خواجہ صاحب نے ہندوستان میں ایسی طرز پر تبلیغ شروع کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام نہ لیتے تو مجھے بہت برا معلوم ہؤا۔ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہماری یونہی مخالفت شروع کر دی گئی ہے نہ کچھ سوچا نہ سمجھا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس وقت پہلے میں نے استخارہ کیا کہ الٰہی! اگر یہی طریق تبلیغ اچھا ہے تو مجھے بھی اس پر انشراح کر دے۔ بار بار دعا کرنے پر رؤیا میں میری زبان پر ایک اردو شعر جاری ہؤا۔ شعر تو یاد نہیں رہا مگر اس کا مطلب یاد ہے جو یہ ہے کہ جن کے پاس قاق نہیں ہوتا وہ نان ہی کو قاق سمجھ لیتے ہیں۔ اس لفظ قاق کے متعلق میں نے کئی لوگوں سے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں لیکن وہ کچھ نہ بتا سکے۔ پھر کئی لغت کی کتابوں کو دیکھا وہاں سے بھی نہ ملا۔ آخر بڑی تلاش کے بعد ایک لغت کی کتاب سے معلوم ہؤا کہ قاق کیک کو کہتے ہیں اور یہ عربی لفظ ہے تو اس قسم کے نئے الفاظ کا بتایا جانا ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ یہ خواب خدا کی طرف سے ہے۔ کوئی کہے کیا شیطان نئے نئے لفظ نہیں جانتا۔ بے شک جانتا ہے۔ مگر شیطان کا معاملہ ہر ایک انسان سے اس کی سمجھ کے مطابق ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے اقتدار نہیں دیا۔ اگر اسے بھی اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر مؤمن کے لئے امن کی جا کون سی رہتی اور ایمان کی سلامتی کا ذریعہ کیا رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے غیر زبانوں کے الہاموں کے متعلق لکھا ہے کہ چونکہ یہ غیر زبان میں ہیں جو میں نہیں جانتا اس لئے ان کے سچے ہونے کا یہی ثبوت ہے۔

پچھلے ہی دنوں کی بات ہے کہ دوپہر کو میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ غنودگی آئی اور یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہو گئے لَوْ لَا النَّبْضُ لَقُضِیَ الْحَبْضُ اور معلوم ہؤا کہ یہ پیغامیوں کے متعلق ہیں۔ مجھے حبض کے معنی معلوم نہ تھے۔ بعض لغت کی کتب میں بھی یہ لفظ نہ ملا۔ آخر بڑی کتب لغت میں یہ لفظ ملا۔ اور طُرفہ یہ کہ ان میں ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہؤا کہ یہ لفظ نبض کے ساتھ مل کر بہت استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے کہ مَا بِہٖ حَبْضٌ وَ لَا نَبْضٌ اور حبض کے معنی حرکت کے ہیں۔ خصوصاً دل کی حرکت کے تیز ہو کر پھر ٹھہر جانے کے۔ پس اس

جملہ کے یہ معنی ہوئے کہ اگر نبض نہ چلتی ہوتی۔ تو یہ جوان کے دل کی حرکت تیز ہوتی ہے اور پھر ٹھہر جاتی ہے۔ اور پھر تیز ہوتی ہے۔ پھر ٹھہر جاتی ہے۔ اس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی یہ ہلاک ہو جاتے۔ جس کا مطلب مجھے یہ سمجھایا گیا کہ یہ جوان میں بار بار جوش پیدا ہوتا ہے اور پھر دب جاتا ہے۔ پھر پیدا ہوتا ہے اور پھر دب جاتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے ان کی ظاہری کوششوں کا اور اصل کا اثر فرع پر نہیں پڑ رہا۔ بلکہ فرع کی زندگی سے اصل پر بھی ایک اثر پڑ جاتا ہے۔ اگر یہ حرکات اور یہ کوششیں ان کی نہ ہوتیں تو یہ جو زندگی کے آثار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں یہ مٹا دیئے جاتے۔ گویا كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ کے ماتحت ان کو یہ بات حاصل ہو رہی ہے۔ غرض خواب میں نئے علوم بھی بتائے جاتے ہیں۔ اور یہ خواب کی صداقت کا ایک ثبوت ہوتا ہے۔

پانچویں علامت یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک مؤمن کو ایک رؤیا آتی ہے اور اسی مضمون کی دوسروں کو بھی آجاتی ہے اور یہ شیطان کے قبضہ میں نہیں ہے کہ ایک ہی بات کے متعلق کئی ایک کو رؤیا کرا دے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس علامت کے متعلق لکھا ہے چنانچہ آئینہ کمالات اسلام میں آپ کا جو خط نواب صاحب کے نام ہے اس میں آپ نے لکھا ہے کہ کچھ آدمی مل کر استخارہ کریں اور جو کچھ بتایا جائے اس کو آپس میں ملائیں۔ جو بات ایک دوسرے سے مل جائے گی وہ سچی ہوگی۔ پھر رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ (ترمذی۔ ابواب الرؤیا باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مؤمن کو ایک رؤیا دکھائی جاتی ہے یا اوروں کو اس کے لئے دکھائی جاتی ہے۔ لیکن شیطان کو ایسا کرنے کا تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ یہ معیار ہم میں اور ہمارے مخالفین میں بہت کھلا فیصلہ کر دیتا ہے۔ ہم جب کئی ایک لوگوں کی خوابیں ایک ہی مطلب کی اپنے متعلق پیش کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث النفس ہیں۔ مگر دیکھو رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں تُرٰى لَهٗ اوروں کو بھی دکھائی جاتی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کہتے ہیں کہ دو شخصوں کی خوابوں کو آپس میں ملا کر دیکھ لو۔ اگر مل جائیں تو وہ سچی ہوں گی۔ لیکن ہمارے متعلق دو کو نہیں بلکہ سینکڑوں کو آئیں۔ پھر ان لوگوں کو آئی ہیں جو ہمارا نام بھی نہ جانتے تھے حتیٰ کہ ہندوؤں کو بھی آئی ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو نے خواب میں دیکھا۔ کہ "میں اور حضرت صاحب گھوڑوں پر سوار جا رہے ہیں اور میرا گھوڑا آپ سے آگے ہے"۔ اور مجدد صاحب سرہندی کے تجربہ سے ظاہر ہے کہ مأمور سے اس کے مرید کے گھوڑے کے آگے ہونے کی تعبیر اس مرید کا اس کا

جانشین بنا ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی دیکھا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے آگے جا رہا ہوں۔ اس پر جب اعتراض ہؤا کہ کیا تمہارا درجہ آنحضرت ﷺ سے بڑا ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جو خدمت پر مأمور کیا جاتا ہے وہ آقا کے آگے ہی چلا کرتا ہے۔ تو یہ خواب ایک ہندو نے دیکھی۔ اس کو اس بات کی کیا خواہش ہو سکتی تھی کہ میں خلیفہ بنوں یا نہ بنوں۔ پھر اگر حدیث النفس ہی ہوتی تو وہ مجھے گھوڑے پر سوار نہ دیکھتا بلکہ یہ کہتا کہ تم کو میں نے خلیفہ بنا ہؤا دیکھا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اسے مثالی رنگ میں دکھا کر بتلا دیا کہ یہ حدیث النفس نہیں ہے۔

پھر ایک غیر احمدی نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک دریا ہے اور اس پر ایک آدمی کھڑا ہے اور کچھ لوگ گزر رہے ہیں۔ جو شخص گزرتا ہے اسے وہ کھڑا ہونے والا شخص کہتا ہے کہ اس سے (مجھ سے) چٹھی لاؤ تب گزرنے دوں گا۔ جو لوگ تو چٹھی لا کر دکھا دیتے ہیں وہ صحیح سلامت پار اتر جاتے ہیں اور جو لانے سے انکار کرتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک شخص نے جو یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں شکار کا رہنے والا ہے اور مجھے جانتا نہ تھا دیکھا کہ میں خلیفہ مقرر ہو گیا ہوں صبح اٹھ کر اس نے احمدیوں سے پوچھا کہ قادیان میں کوئی محمود ہے' اس کو بڑا درجہ ملنے والا ہے۔ اس سے یہ سن کر جب وہاں کے احمدی یہاں آئے تو انہیں معلوم ہؤا کہ حضرت مولوی صاحب فوت ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ میں خلیفہ ہؤا ہوں۔

اسی طرح ہزارہ کی طرف کا ایک شخص جس کا نام محمد صادق ہے آیا اس نے دیکھا کہ میں نفل پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا ہوں اور وہاں اپنے بھائی سے مصافحہ کیا ہے جس کا نام محمود تھا۔ اور مصافحہ کرتے وقت بجائے ہاتھ پر ہاتھ پڑنے کے بازو پر ہاتھ پڑا ہے اور دیکھا کہ اس وقت اس کے بھائی کے بائیں طرف سر کے بال ایک روپیہ بھر اڑے ہوئے ہیں۔ یہ رؤیا اس نے کسی کو سنائی اور اس نے اسے کہا کہ تم کسی بزرگ کی بیعت کرو گے۔ وہ اسی تلاش میں تھا کہ کسی احمدی نے حضرت مولوی صاحب کا پتہ اسے بتایا اور وہ یہاں آیا۔ بٹالہ میں اسے کسی نے آپ کی وفات کی خبر دی مگر وہ قادیان آگیا۔ یہاں لوگ خلافت کے لئے بیعت ہو رہے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ مولوی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں انہی کی بیعت کر لوں مگر جب بیعت کے لئے ہاتھ رکھا۔ تو بجائے ہاتھ پر ہاتھ پڑنے کے بازو پر ہاتھ پڑا۔ کہتا ہے کہ اس وقت مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ وہی خواب تو پوری نہیں ہوئی۔ اس وقت سر اٹھا کر دیکھا تو میرے سر

پر وہی نشان دیکھا۔ کیونکہ ان دنوں کسی بیماری کی وجہ سے میرے سر کے بائیں طرف کے بال ایک روپیہ برابر اڑ گئے تھے۔ بیعت کے بعد اسے معلوم ہؤا کہ میرا نام بھی محمود ہے۔ جس پر اسے اپنی خواب کی صداقت کا علم ہو گیا۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے اپنی رؤیا کو بیان کیا۔

پھر غیر مبائعین میں سے بہت لوگوں کو خوابیں آئیں اور وہ اسی ذریعہ سے بیعت میں داخل ہوئے۔ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میرے دل میں آپ سے بڑی نفرت تھی۔ اور میرا ایک دوست تھا اس کی بھی یہی حالت تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ہم دونوں ایک پکی سڑک پر جا رہے ہیں اور کچھ دور جا کر ایک پگڈنڈی آگئی ہے۔ پکی سڑک کو میں نے دیکھا کہ ایک انجینئر بنا رہا ہے اور وہ انجینئر آپ ہیں۔ لیکن چونکہ مجھے آپ سے بغض تھا اس لئے پکی سڑک پر چلنا چھوڑ دیا اور پگڈنڈی پر چل پڑا۔ اور گو اس وقت مجھے پیاس لگی ہوئی تھی اور آپ کے پاس پانی تھا۔ لیکن میں نے پینا ناپسند کیا اور آگے چلا گیا۔ آگے سے حضرت مسیح موعودؑ نے اشارہ فرمایا کہ ادھر نہ آؤ اور ساتھ ہی ایک شیر حملہ آور ہؤا۔ یہ دیکھ کر میں تو واپس بھاگ آیا مگر میرے دوسرے ساتھی کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ اب میں تو بیعت کرتا ہوں لیکن میرا دوست نہیں مانتا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کو طاعون ہو گئی اور وہ مر گیا۔

تو میری تائید میں بہت سے لوگوں کو خوابیں آئی ہیں۔ مگر کہہ دیا گیا کہ یہ حدیث النفس ہیں۔ کیوں ایسا کہا گیا؟ اس لئے کہ وحی اور رؤیا کا ان لوگوں کی نگاہ میں کوئی پاس اور ادب نہیں ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ جب میری رؤیا ان کے خلاف پڑی تو کہہ دیا کہ تم مأمور نہیں ہو اور جب حضرت مسیح موعودؑ کی وحی خلاف پڑی تو کہہ دیا کہ ضعیف سے ضعیف حدیث کے بھی ماتحت ان کو رکھیں گے۔

چھٹی علامت یہ ہے کہ ایسی خوابوں سے انسان نیکی اور طہارت میں ترقی کرتا ہے۔ مثلاً خواب آنے کے بعد جب انسان کی آنکھ کھل جائے تو اس میں کوئی سستی اور کاہلی نہ ہو بلکہ ایک قسم کی چستی پائی جائے اور اٹھ کر تہجد پڑھے۔ یہ بھی اس خواب کے خدا کی طرف سے ہونے کی علامت ہے۔

ساتویں علامت یہ ہے کہ ایسی خوابیں اکثر مثالی زبان میں آتی ہیں۔ یعنی بات ظاہرہ طور پر نظر نہیں آتی بلکہ کسی رنگ میں اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مرنے کے متعلق اطلاع دی جائے۔ تو یہ نہیں کہ اسے مردہ دکھایا جائے بلکہ کوئی ایسا اشارہ کر دیا جائے گا

جس سے اس کا مرنا مراد ہو۔ اس کے متعلق سوال ہو سکتا ہے کہ جب خبر دی جاتی ہے تو صاف طور پر کیوں نہیں دی جاتی یہ رنگ اختیار کرنے کی کیا وجہ ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس طرح یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہ خبر خدا کی طرف سے ہے نہ کہ حدیث النفس یا قیاس۔ کیونکہ مثالی رنگ میں دکھایا کچھ جاتا ہے اور اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے جس کا علم تعبیر سے ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ دیکھنے والے کو خود اس خواب کی تعبیر معلوم نہیں ہوتی اور دوسرے سے پوچھنی پڑتی ہے۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اس کے نفس کی ملاوٹ نہ تھی بلکہ کسی اور ہی ہستی کی طرف سے ایک اطلاع تھی۔

مأموروں کے الہام کی صداقت کی علامات

اب میں مأموروں کے الہام کی شناخت کی علامات بتاتا ہوں۔

پہلی علامت تو یہ ہے کہ مأموروں کے الہام میں اقتداری غیب ہوتا ہے۔ غیب تو غیر مأموروں کے الہاموں میں بھی ہوتا ہے لیکن مأموروں کے الہامات میں اس کا اقتداری رنگ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر فلاں شخص ہمیں مان لے گا۔ یا فلاں کام سے باز آجائے گا تو بچ جائے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن غیر مأمور کے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی یا بہت ادنیٰ درجہ پر شاذو نادر ہوتی ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ان کے الہامات میں کثرت سے غیب ہوتا ہے۔ اوروں کو کثرت سے الہام تو ہو سکتے ہیں لیکن کثرت غیب نہیں ہوتا۔

تیسری علامت یہ ہے کہ مأموروں کے الہامات وسیع الاثر ہوتے ہیں۔ سارے جہان یا قوموں کے بڑھنے یا مٹنے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن غیر مأمور کے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ غیر مأمور تو اپنے نفس کا ہی ذمہ دار ہے اس لئے اسے اپنے متعلق ہی بتایا جاتا ہے اور مأمور ساری دنیا کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس کے الہامات بھی وسیع الاثر ہوتے ہیں۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ مأمور کے الہامات کے ساتھ خدا کی طاقت اور قدرت ہوتی ہے یعنے اس کے ذریعہ خدا اپنا جلال ظاہر کرتا ہے اور اس کے الہامات روحانیت پیدا کرنے والے اور دنیا کے دلوں کو الٹ دینے والے ہوتے ہیں۔

پانچویں علامت یہ ہے کہ سچا ملہم جو خدا کی طرف سے آتا ہے اسے رعب دیا جاتا ہے اور دشمن اس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اگر آئے تو مرعوب ہو جاتا ہے۔ اس

لئے اس کے دشمن دور دور سے ہی چیختے چلاتے رہتے ہیں پاس آنے کی جرأت نہیں کرتے۔ یہی دیکھ لو حضرت مسیح موعودؑ جب تک زندہ رہے مخالفین کو مباہلہ کا چیلنج دیتے رہے مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن اب کہتے ہیں آؤ کرلو۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نتیجہ وہی نکالے گا جو اس وقت نکلتا۔ لیکن اس سے ایک مأمور اور غیرمأمور میں فرق تو معلوم ہو جاتا ہے۔

چھٹی علامت یہ ہے کہ مأمور سے بزدلی کو بالکل دور کر دیا جاتا ہے۔ کوئی کہے کہ رعب کا دیا جانا اور بزدلی کا دور کرنا ایک ہی بات ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ رعب وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یہ نہیں پتہ لگتا کہ جس کا رعب پیدا ہؤا ہے وہ بزدل نہیں ہے۔ اور جس کے دل پر اس کا رعب چھاگیا ہے اس سے وہ نہیں ڈرتا۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے دل میں اس کا رعب ہو مگر وہ بھی اس سے ڈرتا ہو۔ چند ہی دن کی بات ہے ہمارے ہاں ایک پاگل سی عورت رہتی ہے۔ ایک دن سقہ دیر کر کے پانی لایا تو وہ اینٹ لے کر اسے مارنے لگی۔ لیکن سقے کے بھاگنے پر وہ خود بھی چیخ مار کر بھاگ گئی۔ سقے نے سمجھا کہ یہ مجھے اینٹ نہ مار دے اور اس نے سمجھا کہ سقہ مجھے مارنے لگا ہے اس طرح دونوں ڈر گئے۔ پس بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں دو شخص ایک دوسرے سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن مأمورین کی یہ حالت نہیں ہوتی ان سے بزدلی کو بالکل دور کر دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت ایک دوست نے سنایا کہ گورداسپور میں مقدمات کے دوران میں ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کے پاس گھبرایا ہؤا آیا اور کہا حضور مجسٹریٹ کو دشمنوں نے کہا ہے خواہ کچھ بھی ہو ایک دفعہ قید کر دو اور اس نے بھی ایسا کرنے کا اقرار کر لیا ہے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کا اس بات کو سن کر چہرہ سرخ ہو گیا اور اٹھ بیٹھے اور پھر نہایت جوش سے کہا کیا کوئی خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اس کی کیا طاقت ہے کہ ایسا کر سکے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو تحقیقات کراتا کہ بات ٹھیک ہے یا نہیں۔ اس سے خوف کھاتا اور گھبراتا لیکن آپ نے ذرہ بھی پرواہ نہ کی۔ وجہ یہ کہ مأمور کا دل نہایت جری ہوتا ہے۔

ساتویں علامت یہ ہے کہ جو مأمور ہوتے ہیں ان کو علوم دیئے جاتے ہیں اور روحانی امور کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ لیکن آج کل کئی لوگ ہوتے ہیں جو قرآن کا ترجمہ بھی نہیں جانتے اور مأمور ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ جب الٰہی بخش نے کہا کہ مجھے الہام ہؤا ہے کہ مرزا

صاحب تیری بیعت کریں۔ تو حضرت صاحب نے کہا کہ بیعت تو کچھ حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ میں اگر تمہاری بیعت کرلوں تو کیا دوگے۔ اور اگر کچھ نہیں دے سکتے تو اتنا ہی کہہ دو کہ سورہ والناس کی تفسیر تم بھی لکھو اور میں بھی لکھتا ہوں۔ اگر میں تم سے ہزار درجہ زیادہ معارف نہ بیان کروں تو تمہاری بیعت کرلوں گا۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔ تو ضروری ہے کہ مأمورین کے لئے قرآن کریم کے حقائق اور معارف کے دروازے کھولے جائیں۔ لیکن آج کل کے ایسے مدعی ہوتے ہیں کہ عربی کا ایک فقرہ بھی صحیح نہیں بول سکتے اور قرآن کریم کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کرسکتے۔

آٹھویں علامت یہ ہے کہ ایسے انسان کی زندگی کو خدا تعالیٰ بالکل پاک و صاف کردے۔ کیونکہ اس کا کام دوسروں کو پاک کرنا ہوتا ہے میرے نزدیک مأمور کے معنی نبی کے ہی ہیں اور بزرگوں نے بھی مأمور کے یہی معنے لئے ہیں۔ چنانچہ محی الدین ؒ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب ؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہی معنی لئے ہیں۔ تو مأمور کو خدا ہر قسم کی آلائشوں سے بالکل پاک رکھتا ہے۔ تاکہ دوسروں کے لئے نمونہ بن سکے اور لوگ اس سے سبق حاصل کرسکیں۔

نویں علامت یہ ہے کہ اس کے الہامات میں خدا کے فضل اور احسان کے وعدے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ عظیم الشان کام کے لئے آتا ہے اور ساری دنیا اس کی مخالفت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ بھی اس کو قبل از وقت کامیابی اور فتح کی خبریں دیتا ہے۔ اور اپنے فضل کی امیدیں دلاتا ہے۔ اور پھر اسی طرح ہو کر رہتا ہے۔

دسویں علامت یہ ہے کہ کوئی مأمور نہیں آتا کہ خدا لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہ پھیر دے۔ خواہ لوگ اس کی مخالفت کے لئے کھڑے ہوں یا تائید کے لئے۔ لیکن اس کی وجہ سے ایک ہل چل سی مچ جاتی ہے اور سب کی توجہ اس کی طرف ہو جائی ہے۔ لیکن جھوٹے مدعی اس بات کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں مگر کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اور آخر وہ ان ذرائع سے لوگوں کو اکساتے ہیں کہ دیکھو ہم نے فلاں بات لکھی تھی مگر کوئی بولا ہی نہیں پس ہم جیت گئے۔ سچے کے دشمن بھی خاموش ہو جاتے ہیں مگر مقابلہ کے بعد۔ اور جھوٹے کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

یہ سب علامات مَیں قرآن کریم سے ثابت کرسکتا ہوں۔

انبیاءؑ کے الہامات میں متشابہات

اب ایک اور بات باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ کہا جا سکتا ہے کہ نبیوں اور مأموروں کے الہامات میں متشابہات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے الہاموں کو سچا ماننے میں شک پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جب خود مأموروں کو بھی بعض اوقات ان سے غلطی لگ جاتی ہے تو اور کوئی کس طرح صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔ لیکن یہ بات انبیاءؑ کے الہامات کے غلط اور جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ان کی سچائی کی ایک اور علامت ہے لیکن اکثر لوگ اس کو سمجھتے نہیں۔ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر انبیاءؑ کی صداقت کو ظاہر کرنے والی اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر نبی کے الہامات میں متشابہات نہ ہوں تو وہ عظمت اور شان جو نبی کی ہوتی ہے وہ ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہمیشہ متشابہات بھیجا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہؤا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ انبیاءؑ کی شان کو بڑھانے والی ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ الہام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مأمورین کی ایک وحی ایسی ہوتی ہے جو صرف خبر کا رنگ رکھتی ہے کہ ایسا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ لیکھرام مارا جائے گا اور وہ مارا گیا۔ یا جیسے یہ کہ بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی اور ایسا ہی ہو گیا۔ ایسی وحی میں چونکہ غیب پایا جاتا ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن سپرچلزم والوں کا سوال رہ جاتا ہے کہ کیوں نہ مانیں کہ دماغ ہی ایسی باتیں بنالیتا ہے۔ اس کے رد کے لئے خدا تعالیٰ ایسی وحی بھیجتا ہے جو دو پہلو رکھتی ہے۔ کہ اگر فلاں شخص ہمارے متعلق یوں معاملہ کرے گا تو اس سے یہ سلوک ہوگا۔ اور دوسری طرح سلوک کرے گا تو وہ سلوک ہوگا۔ پس اس قسم کی حضرت مسیح موعودؑ کی جو پیشگوئیاں ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ سچے نہیں ہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کوئی نجومی نہیں بلکہ خدا کے نبی تھے اور نبیوں میں سے بھی اولوالعزم۔ کیونکہ جن کے متعلق ایسی پیشگوئیاں تھیں ان کے حالات بدلنے کے ساتھ ان کے مطابق ہی سلوک ہؤا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کوئی مشین نہیں تھے کہ جس طرح چل پڑے اسی طرح چلتے رہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی تھے جو قادر بالارادہ ہے۔ جس طرح اس نے چاہا اسی طرح ان کو چلایا۔ اگر خدا تعالیٰ حالات کو بدلنے کے ساتھ سلوک بھی نہ بدل دے تو پھر اس کے قادر بالارادہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں رہتا۔ اور یہی ماننا پڑتا ہے کہ ایک دفعہ جو بات کہہ دے پھر خواہ وہ مناسب موقع اور برمحل نہ بھی ہو تو بھی اس کے روکنے پر قادر نہیں ہے۔ لیکن اس

طرح کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اقتدار خدا کے ہاتھ میں ہے۔
پس اس قسم کی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعودؑ ہی کی نہیں بلکہ پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹے کا جو واقعہ لکھا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ ان کو کہا گیا تھا کہ کشتی میں اپنے اہل اور مؤمنوں کو بٹھا لو ان کو نجات دی جائے گی۔ مگر ان کو نہیں جن کے متعلق پہلے کہا جا چکا تھا۔ حضرت نوحؑ نے سمجھا کہ میرا بیٹا بھی اہل میں سے ہے اور اس کے بچائے جانے کا بھی وعدہ ہے۔ مگر خدا نے بتایا کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں وہ نہیں بچایا جائے گا۔ اس کی تفصیل "الفضل" میں میرے درس کے نوٹوں میں چھپ چکی ہے۔ تو حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹے کا واقعہ قرآن میں موجود ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پیشگوئی بغیر کسی شرط کے سمجھی جاتی ہے مگر وقت پر ٹل جاتی ہے۔ جیسے حضرت یونسؑ کا واقعہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں مختصر اور بائبل میں مفصل ہے۔ انہیں کہا گیا تھا کہ نینوا والوں کو جا کر کہو کہ چالیس دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ یہ بغیر کسی شرط کے پیشگوئی تھی۔ جسے سن کر وہاں کے بادشاہ نے ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ سارے لوگ آہ و زاری میں مشغول ہو گئے۔ جانوروں اور بچوں کو بھوکا پیاسا رکھا ار چالیس دن تک اسی حالت میں رہے۔ چالیس دن کے بعد حضرت یونسؑ اس یقین میں بیٹھے تھے کہ وہ قوم سب کی سب ہلاک ہو چکی ہو گی۔ لیکن ان کو معلوم ہؤا کہ وہ اسی طرح صحیح و سلامت ہے۔ یہ معلوم کر کے وہ بہت غمگین ہوئے کہ اب یہ لوگ مجھے کیوں کر سچا مانیں گے اور باہر جنگل میں چلے گئے۔ اور جس جگہ جا کر ٹھہرے وہاں بائبل کے بیان کے مطابق خدا نے ایک بیل پیدا کر دی جس نے اس پر سایہ کیا۔ لیکن رات کو کسی جانور نے اسے کاٹ کر گرا دیا۔ جس سے ان کو صدمہ ہؤا۔ اس وقت خدا نے انہیں بتلایا کہ دیکھ تجھے اس بیل کے کٹنے سے صدمہ ہؤا اور تو نے نہ چاہا کہ میں اسے کاٹوں۔ تو تُو کیوں اس پر ناراض ہوتا ہے کہ میں نے اپنی ہزارہا مخلوق کو ہلاک نہ کیا۔ اس سے ان کی سمجھ میں بات آ گئی اور وہ شہر میں واپس آئے اور لوگ ان پر ایمان لائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو عذاب کی خبر دی گئی تھی اور اس کے آثار بھی ظاہر ہو چکے تھے جیسا کہ قرآن شریف سے بھی اس کا پتہ لگتا ہے۔ اور یہ عذاب بلا شرط بھی تھا لیکن پھر بھی ٹل گیا۔ اس سے معلوم ہؤا کہ بغیر شرط کی پیشگوئیاں بھی ٹل جاتی ہیں۔ پھر دیکھو حضرت موسیٰؑ کو کہا گیا تھا کہ جاؤ اس ملک میں داخل ہو جاؤ۔ وہ تمہارے لئے ہے۔ مگر خدا تعالیٰ بتاتا ہے کہ چالیس سال تک ان کی قوم کے

لوگ مارے مارے پھرتے رہے اور جن کو کہا گیا وہ ہلاک ہو گئے۔ اور بعد والوں کو اس ملک میں جانا نصیب ہؤا کیونکہ پہلے اس فضل اور انعام کے حاصل کرنے کے مستحق نہ رہے تھے۔ اس لئے ان کو نہ ملا اور ان کے حالات کے بدلنے سے وعدہ ٹل گیا۔

پس وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کی اس قسم کی پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لئے ان دو نبیوں کی مثالیں موجود ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ پر آپ کے دشمنوں نے یہ اعتراض کرنا تھا۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے ان دونوں انبیاءؑ کی عظمت اور بڑائی بتانے کے لئے فرمایا کہ یونسؑ اور موسیٰؑ پر مجھے فضیلت مت دو۔ (بخاری کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ عزوجل "وان یونس لمن المرسلین" الی قولہ وھو ملیم۔) یعنی ان کی بہت بڑی قدر اور عزت کرو۔ لیکن اب وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کی اس قسم کی پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں جیسی کہ ان انبیاءؑ نے کی تھیں، وہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ انہیں انبیاءؑ پر کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی جو شان بتائی تھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ایسی پیشگوئیاں خدا کا اقتدار اور شان ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔

اب ایک سوال ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاءؑ کو اجتہادی غلطی کیوں لگتی ہے۔ کیوں خدا انہیں صحیح صحیح بات نہیں سمجھا دیتا۔ اور اجتہادی غلطی میں ڈال کر لوگوں کو ابتلاء میں ڈالتا ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ لوگ تو اس کو نبی کی کمزوری سمجھتے ہیں لیکن میرے نزدیک یہ بھی اس کے صدق دعویٰ کی ایک بڑی بھاری دلیل ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اگر نبی کو اجتہادی غلطی نہ لگے تو سر پھرا لزم والے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے قیاس سے یہ باتیں معلوم کرکے بیان کر دیتا ہے۔ لیکن اب جب کہ خدا تعالیٰ نبی کے منہ سے اس کی پیشگوئی کے کسی اور طرح پر پورا ہونے کا اعلان کروا دیتا ہے۔ اور پورا اور طریق پر کرتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نبی نے اپنے قیاس سے یہ بات بیان کی تھی۔ کیونکہ اگر وہ اپنے قیاس سے بیان کرتا تو چاہئے تھا کہ جس طرح اس کا خیال تھا اسی طرح پوری ہوتی۔ لیکن نبی کا اور خیال ہونا اور پیشگوئی کا اور طریق پر پورا ہونا بتاتا ہے کہ الہام اس نے اپنے قیاس سے نہ بنایا تھا۔ بلکہ اس کے بتانے والی کوئی اور زبردست ہستی ہے۔

پھر شرطی پیشگوئیوں سے ایک نجومی اور نبی میں بیّن فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک نجومی خبر دے کہ زلزلہ آئے گا اور ہو سکتا ہے کہ آجائے۔ لیکن جب آئے تو بعید نہیں کہ نجومی

بھی اس سے ہلاک ہو جائے۔ یا اس کے بیوی بچے اور عزیز و خویش ہلاک ہو جائیں۔ لیکن نبی جو اس قسم کی خبر دیتا ہے اس میں یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ اس سے میں اور میرے ماننے والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب اس پیشگوئی کے دوران میں مؤمنوں میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کے لئے جو امان کا وعدہ تھا وہ مبدّل بعذاب ہو جاتا ہے۔ اور اگر کافروں میں سے کوئی مان لے تو اس کے لئے جو عذاب کا وعدہ تھا وہ مبدّل بامن ہو جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک خبر ہی نہیں بلکہ اس خبر کا دینے والا خدا تعالیٰ کا پیارا بھی ہے کہ جو کوئی اس سے جیسا تعلق رکھے اس سے ویسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔

اب کوئی کہے کہ اگر شرطی پیشگوئیاں حالات کے بدلنے کی وجہ سے بدل جاتی ہیں تو یہی بات قیاسی پیشگوئیوں کے غلط ہونے پر بھی کہی جا سکتی ہے کہ ان کے بھی حالات بدل گئے تھے اس لئے پوری نہیں ہوئیں۔ اس صورت میں الہام کو قیاسی پیشگوئیوں پر کیونکر فضیلت دی جا سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک باطل خیال ہے۔ کیونکہ قیاس کے ذریعہ جو بات بیان کی جاتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ جس بات کے متعلق خبر دی جاتی ہے وہ کسی ظاہری سبب کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ نتیجہ قانون قدرت کے مطابق ہوتا ہے مثلاً کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں بیمار مر جائے گا۔ اب موت بیماریوں کا ہی نتیجہ ہوتی ہے تندرستی کا نتیجہ تو نہیں ہوتی۔ گو بعض لوگ سخت بیماریوں سے بچ بھی جاتے ہیں۔ لیکن نبی جو خبر دیتے ہیں وہ شرعی نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ طبعی مثلاً یہ کہ اگر فلاں شخص ہماری بات کو نہ مانے گا ہلاک ہو جائے گا ورنہ بچ جائے گا۔ لیکن قانون قدرت کے ماتحت اس بات کے ماننے یا نہ ماننے کا نتیجہ ہلاکت نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت صاحبؑ کی پیشگوئی نکاح کے متعلق ہے کہ اگر فلاں شخص اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے نہ کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور اگر اس لڑکی کی والدہ اپنی گمراہی سے توبہ نہ کرے گی تو اس پر بھی عذاب آئے گا۔ اور اسی طرح دوسرے رشتہ داروں کے متعلق۔

اب ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ قانون قدرت کے ماتحت ہرگز یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنی لڑکی کا کسی خاص شخص سے نکاح کرے تب ہی زندہ رہے گا ورنہ نہیں۔ پس نبی کی پیشگوئیاں شرعی قانون کی بناء پر ہوتی ہیں۔ اور جب وہ پوری ہوتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بناء کسی قیاس پر نہیں۔ کیونکہ قیاس نہیں بتا سکتا کہ زید اگر بکر سے اپنی لڑکی کا نکاح کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی ایسی خبر دیتا ہے اور وہ پوری ہو جاتی ہے اور اور بھی کثرت

سے اس کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ وہ خدا تعالیٰ سے الہام پاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں تو پھر جیسا کہ اس کے الہامات میں قبل از وقت بتا دیا جاتا ہے۔ اس کے دشمنوں سے وہ معاملہ کیوں کیا جاتا ہے جو کسی طبعی غلطی کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اسی صورت میں وہ اس ثمرہ کا مستحق ہوتے ہیں جب کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا پیارا ہو۔

غرض یہ علامات اور شرائط ہیں جو مأمور من اللہ کے الہامات کو پرکھنے کے لئے ہیں۔

خاتمہ

اور اگر کوئی عقل و فکر سے کام لے۔ ضد اور دشمنی کو ترک کر دے تو ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ہیں جو ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں پر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے مختصر طور پر آپ لوگوں کو بتا دی ہیں۔ کیونکہ تفصیل کا یہ موقع نہیں تاکہ ان لوگوں کے اعتراضات کے جواب دے سکو۔ اور ان باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے جو ٹھوکریں لگ سکتی ہیں ان سے بچ سکو۔ خدا تعالیٰ آپ کو ان کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔